

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228216

UNIVERSAL
LIBRARY

محاکمہ قطعات ابن مہرین

مع

سوانح ابن مہرین

از
حاکم علی شبیر سررشتہ دار انتظامی میگزین کون
ٹھکانہ حیدرآباد

ترجمہ سفرنامہ برکھارٹ و مولف تیاخ جھراسود و تیاخ غلاف کعبہ و
مجاز کے فرنگی تیاخ و رسالہ محاسب و فسانہ عبرت و دور آخری وغیرہ

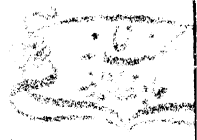
مطبوعہ

تاج پریس چھپتہ بازار حیدرآباد

۱۹۲۶ء

Checked 1968

✓ 50



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1968

تمہید : ہونا ازل و ق اس پر متفق ہیں کہ سعدیؒ کی کلام خواہ نظم ہو یا نثر اپنی طرز میں بہ مثل ہے۔ اس امر کی تصدیق میں بعض اصحاب نے اس پر متفقانہ رد لکھو اور متعین لکھی میں خصوصاً شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی مرحوم نے سعدیؒ کی کلام پر ایک فاضلانہ رائے لکھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ پند و نصح کے اعتبار سے ان دونوں کتابوں کا جواب نہیں ہے۔ علیٰ نذالقیاس غزل میں جو مرتبہ سعدیؒ کی کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان کا دیوان عام طور پر نگدان شعرا مشہور ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو سلسلہ آداب غزل کہا ہے ملاحظہ فرمائیے ان کی تمیزی کی نسبت یہ فتویٰ دے چکے ہیں۔

در شعر تن پیمبر اند	ہر چند کہ لابی و بعد ہی
ابیات و قصیدہ و غزل	فردوسی و انوری و سعدی

قصائد میں سعدیؒ کی کو ایک نئی طرز کا موجد کہتے ہیں۔ مگر قطعات سعدیؒ پر غالباً آج تک کسی صاحب نے توجیہ نہیں کی عام رائیں جو لوگوں نے ان کے کلام پر لکھی ہیں اور جن سے ان کی فضیلت دیگر اساتذہ پر بخوبی ثابت ہے گو اس کے ضمن میں قطعات بھی شامل ہیں لیکن خصوصیت کے لحاظ سے بالواقہ ان جہاں ہر توجیہ پر لکھا گیا۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ قطعات تعداد میں کم ہوں بلکہ تخمیناً پانسویں اور یہ اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اگر گلستان اور کلیات سے تمام قطعات نکال کر ایک جگہ جمع کئے جائیں تو اچھی خاصی کتاب بن جائے۔

عموماً اہل ذوق مطح قصائد میں انوری کو غزلیات میں سعدی کو شہسوار میں فرخ و سخی اور رباعیات میں حکیم عمر خیام کو تاسد دانے میں۔ اسی طرح قطعات میں ابن یمن کو نیکما سبجے میں میرا خیال ہے کہ سعدی کے قطعات کو بھی وہی مرتبہ حاصل ہے جو انخی غزلیات کو ہے۔ ابن یمن و سعدی دونوں بزرگوں نے پند و نصائح و اخلاق و فلسفہ و حکمت وغیرہ قطعے لکھے ہیں اس وجہ سے دونوں میں بہت مناسبت معلوم ہوتی ہے لیکن اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں ان دونوں صاحبوں کے قلم سے ہم مضمون و ہم مطلب و ہم معانی قطعات نقل کئے ہیں یا دونوں کے مضمون لڑ گئے ہیں وہاں سعدی کے کلام کی خصوصیات واضح طور پر نمایاں ہیں اور جب کسی ایک ہی مضمون پر دونوں اُسادوں نے طبع آزمائی کی ہے تو سعدی کے قطعات میں بندش کی درستی۔ خیالات کی چٹنگی فصاحت و بلاغت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بمقابلہ ابن یمن کے قطعہ کوئی میا تادی کے زیادہ متحی سعدی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اسے کوئی پچیس سال قبل میں نے سنا تھا کہ میں دونوں کے قطعات پر محاکمہ لکھ کر انجمن یادگار سعدی کے ایک جلسہ میں بیانات کیا تھا کہ سعدی کے قطعات نسبت ابن یمن کے بدرجہا بہتر ہیں۔ ضرورت اس کی ہوتی کہ جن لوگوں کے درمیان محاکمہ کیا جائے ان کے حالات سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے۔ اُس وقت انجمن یادگار کی نوعیت کے لحاظ سے اس امر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی اور سعدی کے حالات لکھنے کی ضرورت بوجہ کثرت شہرت اب بھی نہیں معلوم ہوتی البتہ ابن یمن سے چونکہ بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں اس لئے بقدر حاجت ان کے حالات قلمبند کر کے اس کمی کو اب پورا کر دیا گیا تاکہ ان کے علم و فضل و کمالات سے واقف ہو کر اور ان کے پایگانہ علم سے آگاہ ہو کر ان کے کلام کا موازنہ کیا جاسکے۔ اور جو محاکمہ اس مجھراں نے ان کے قطعات پر لکھا ہے اس کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ اس وقت سابقہ محاکمہ میں بقدر ضرورت اصلاح کر کے چند قطعات بھی اور شہرہ لکھ کر دیئے گئے۔

سال ۱۹۱۹ء میں چند علم دوست اصحاب نے جن کو زبان فارسی سے خاص دلچسپی تھی حیدرآباد وکن میں ایک انجمن موسومہ "انجمن یادگار سعدی" قائم کی تھی۔ اس کے مقاصد سعدی کے کلام کی اشاعت۔ نظم و نثر میں سعدی کا منبع اور سعدی کے کلام کی ظاہری و ضمنی خوبیوں کو طلب میں پیش کرنا تھے۔ انجمن مذکور کے رواج رواں اور میر میر محمد دم و کرم مولوی عبدالحق صاحب نے اسے پرنسپل اور کالج تھے اور جن میں محاکمہ زیر بحث پڑا گیا تھا وہ زیر صدارت تھا عبدالحق صاحب مولوی علیہ السلام تھیں ان میں سے تھا مسعود ہوا تھا۔ ۱۲

جن سے یقیناً اس کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے اسی محاکمے کے ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن یمین کا کلام سعدی کے مقابلے میں اگر چھٹکا نظر آئے تو اس سے ناظرین یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ابن یمین کا یہ کلام ایسا ہی ہو گا۔ نہیں۔ یہ سعدی کے کلام کی خصوصیات ہیں کہ اس کے سامنے بڑے بڑے استادوں کا رنگ بگڑ جاتا ہے ورنہ ابن یمین کے سینکڑوں بے مثل اور لاجواب قطعات ایسے ہیں جو زبان فارسی کے لئے مایہ ناز ہیں اور بجز سعدی کے دوسرے اساتذہ پران کا تفوق ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں سعدی و ابن یمین کا موازنہ کرتے وقت یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سعدی کا زمانہ ابن یمین سے قبل ہے یعنی ۱۰۱۹ ہجری میں سعدی کی وفات ہوئی

اور ۱۰۷۱ ہجری میں ابن یمین پیدا ہوئے۔ ان کو سعدی کے کلام سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع کافی ملا تھا اور اس اعتبار سے سعدی کو ابن یمین پر قدرتی طور سے تقدم حاصل ہے چونکہ ابن یمین کی مستقل سوانح عمری کوئی بھی مجھے مقصود نہ تھی۔ اس لئے ابتداً یہ خیال تھا کہ محاکمہ کی کتاب سے کچھ نعوٹے سے حالات تحریر کروئے جائیں مگر اتفاق سے یہ مضمون بڑھ گیا اور میں نے یہ قیاس کر کے کہ جسطرح ابن یمین کے حالات معلوم کرنے کا مجھے شوق ہے ایسا ہی میرے دوستوں کو بھی اشتیاق ہو گا جو کچھ دلچسپ و ضروری باتیں معلوم ہو سکیں وجہ کر دی گئیں۔ ان حالات کے فراہم کرنے میں جن کتابوں سے مجھے مدد ملی۔ یا جن کے دیکھنے کی مجھے ضرورت پڑی ان میں سے چند کے نام درج ہیں

- (۱) قطعات ابن یمین مطبوعہ مطبع دارالاقبال ریاست جوبالی
- (۲) کتاب احوال ابن یمین مرتبہ مارشید آسی مطبوعہ طہران سنہ ۱۳۱۰ھ
- (۳) دیوان ابن یمین سلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔
- (۴) انگریزی فہرست کتب خانہ بانی پور مرتبہ مولوی عبدالمقصد صاحب مطبوعہ گلشن سکال
بک ڈپوشنلہ عیسوی جداول فردوسی تا حافظ۔
- (۵) لٹریٹری ہسٹری آف پرشیا (تاریخ ادبیات ایران) جلد سوم مولفہ پروفیسر ڈورڈ براؤن
ابن یمین کے متعلق ان کا ماخذ تذکرہ محل فصیح خوانی ہے۔
- (۶) تاریخ روضۃ الضعاف جس سے بالخصوص ابن یمین کے معاصر امراد و سلاطین کے حالات
اقتباس کئے گئے۔

- (۷) تاج حبیب السیر
 (۸) تذکرہ دولت شاہ مرقندی
 (۹) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوہتری۔
 (۱۰) تذکرہ مجمع الفضا مولفہ رضا قلی خاں ہدایت
 (۱۱) آتشکدہ آذر مولفہ حاجی لطف علی خاں۔
 (۱۲) شعر العجم مولفہ مولوی شبلی نعمانی۔
 (۱۳) تذکرہ شمع انجمن مولفہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم
 (۱۴) فارسی فہرست کتب خانہ مولوی خدابخش خاں صاحب مرحوم موسوم بہ محبوب الالباب۔
 (۱۵) مختصر تذکرہ الشعر مولفہ مولوی عبدالغنی خاں صاحب فتح آبادی۔
 (۱۶) انگریزی فہرست کتب خانہ شانان اودھ مولفہ ڈاکٹر اسپرنگر۔
 (۱۷) انگریزی فہرست کتب خانہ انڈیا آفس مرتبہ ڈاکٹر ایتھے۔

ترتیب مولفہ ابن یہین میں اول میں نے قطعات ابن یہین کو اپنا رہنما بنایا تھا جن سے
 انہی بہت سے حالات و واقعات پر روشنی پڑتی ہے اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ
 مدد کتاب "اعمال ابن یہین" مولفہ مارشید یاسمی سے ملی اور اگر حالات اس سے
 ماخوذ کئے گئے۔ مارشید یاسمی کا ماخذ کلیات ابن یہین مرتبہ ودونہ مرزا علی اکبر خاں
 دہخدا مدیر مدرسہ سیاسیات واڈیٹر رسالہ صور اسرافیل طہران ہے۔ ابن یہین کے
 حالات لکھتے وقت میں نے چاہا تھا کہ نسخہ کلیات ابن یہین موجود کتب خانہ ہائے
 ایک مرتبہ غور سے دیکھ لوں مگر مارشید کی تالیف لمبائی سے فی الجملہ یہ ضرورت فرغ ہوئی

علی شبیر

۱۱ درشوال ۱۳۲۳ھ

سوانح ابن مبین

نام و نسب

ان کا نام محمود اور تخلص و کنیت ابن مبین ہے۔ ان کو اپنے والد امیر مبین الدین طغرلئی سے کمال محبت تھی اور ان ہی کے شاگرد تھے۔ غالباً اسی وجہ سے ابن مبین تخلص کرتے تھے یا ممکن ہے کہ ان کے پد پیر گوار نے اپنے بھائی نام کے خیال سے ان کا یہ تخلص قرار دیا ہو۔ ابن مبین قوم کے ترک تھے اور ان کے آبا و اجداد کا وطن ترکستان تھا ان کا خاندان علم و فضل و خدمات سلاطین کے اعتبار سے سربراہ و رہبر ہے چنانچہ ابن مبین نے اپنے دیوان پر کتبہ ہجری میں جو دیا جا چکا ہے اس میں فرماتے ہیں۔

”پیشہ آبا و اجداد من بندہ بفضل و ہنر مشہور و بہ مباشرت اشغال دیوانی سلاطین مذکورہ“

”و امثلہ و مناسیر ملوک بہ طغراء اعلانات ایشان محلی و مزین و مقامات یک یک در حضرت“

”اکابر و اعیان مبین و معین بودہ“

بقول دولت شاہ امیر مبین الدین سلطان محل خدا بندہ کے زمانے میں (جو سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک سربراہی سلطنت رہا) قبضہ فریوہل میں جاؤا و خرید کر سکونت پذیر ہوئے تھے

سنہ مولوی شبلی شامی نے شعر العجم میں غلطی سے ابن مبین کے والد کا نام محمود ذکر کیا ہے اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے ذکرہ شرح ابن مبین امیر المبین لکھا ہے۔ یہ بڑے لوگ ہیں اسی جھڑی باتوں پر غور نہیں فرماتے۔

سنہ طغراء ایک خاص قسم کا خوشخط ہوتا ہے۔ فرما میں کے عنوان پر شان و وقت کے تمام بطور و نوگرام کے اسی خط میں لکھے جاتے تھے اس خدمت کے انجام دینے والے کو طغرائی کہتے تھے ۱۲

سنہ ایران ہندوستان و افغانستان کے کتب خانوں میں کیا سا بن مبین کے دو نسخے میں ایک سنہ میں متساویا تھا اس کا دوسرا جو خان بن مبین لکھا ہوا ہے دوسرا سنہ ہجری میں مرتب ہوا جیسا کہ دوسرا بن مبین کے نسخے میں لکھا تھا اسکے متعلق کلام میں لکھے میں نے بت لکھی ہے کہ سلطان محمد خدا بندہ جس کا اصلی نام مجاہد بن خاں ہے سلسلہ چنگیز خانی میں ایران و توران کا کیا رہا اول فرزند و نواسا۔

سنہ غار شہ صاحب احوال بن مبین کہتے ہیں کہ ملک خراسان کے ضلع سبزوار میں یہ مشہور و معروف قصبہ سبزوار ہے حاجت شمال و مغرب میں زدہ کوں پر واقع ہے محل سکون و مدینے میں۔ کوئی پاس گاہ کی آبادی ہے اس وقت وہاں ابن مبین کی کوئی یادگار یا اثر آما نہیں پایا گیا۔

سنہ العجم مولوی شبلی شامی نے غلطی سے اس کا نام زائد لکھا ہے۔ صاحب فرنگ اندراج نے بھی غلطی کی ہے اور اس کا نام فرزند تحریر کیا ہے کہ یہ قوت لکھا تھا۔“

قبضہ لیت کہ آنا کجا بہت افضل العلماء امیر محمود مشہور بہ ابن مبین ۱۳

خواجہ علاء الدین عہل وزیر سلطان ابوسعید محمد بہادر خان - یمین الدین پرست بہار
 تھا اور ان کے ساتھ بڑے تعظیم و تکریم سے پیش آیا کرتا تھا۔ اُس نے ابتدا میں کٹر خدمت طغرانی (فرغانہ کی)
 پر ماہور کیا پھر خدمت مستوفی پر (جو ہمارے زمانے کی صدر محاسبی و نظامت مجبندی مشرکہ سمجھی جاتی ہے)
 ترقی دی۔ یہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور لفظ امیر جو ان کے نام کا جزو ہے وہ خطابی ہے۔ اسی وجہ
 اظرف علیخان آڈرنے آشکہہ میں ابن یمین کا ذکر سلطین و امرا کے زمرہ میں کیا ہے لیکن یہ
 صحیح نہیں ہے۔ اگر صاحب آتشکہ نے ابن یمین کے قطعات کا معائنہ بنور فرمایا ہوتا تو ان کو معلوم
 ہو جاتا کہ ابن یمین کو امیری سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان کے نام کے ساتھ لفظ "امیر" وہی نسبت
 لہتا ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں بگڑے نوابوں کی "مجلس اولاد کے ساتھ لفظ "نواب"۔
 یمین الدین اپنے زمانہ کے بڑے فاضل تھے۔ اور شاعری میں بلند مرتبہ رکھتے تھے دولت
 ان کو ملک الفضل لکھا ہے بعض سخن فہم فاضلوں نے یمین الدین کے کلام کو ابن یمین کے
 کلام پر ترجیح دی ہے لیکن بقول دولت شاہ یہ مبالغہ ہے۔ انہوں نے اپنی تمام عمر خواجہ علاء الدین
 کی مداحی میں بسر کی۔ اُس زمانہ میں مشاعرہ کئی کارواج تھا اور شاعروں کے درمیان نظم میں تجویز
 سوال و جواب ہوا کرتے تھے چنانچہ امیر یمین الدین اور ان کے فرزند ابن یمین میں علی مس
 کے شاعرے ہوتے رہتے تھے۔ بعض اوقات امیر مدح جس طرح میں خود کوئی نظم کہتے اسی طرح میں
 ابن یمین سے لکھواتے۔ ایسے مشاعروں کی یادگار میں امیر یمین الدین کی یہ رباعی ہے

دارم ز عتاب فلک بوفلوں	وز گردش روزگار خس پروردوں
چشمے چو کنارہ صراحی ہما شک	جانے چو میانہ پیالہ مہ نونوں

اس کے جواب میں ابن یمین کہتے ہیں۔

دارم ز جفائے فلک آئینہ گوں	رآہ دلے کہ سنگ ازو گردنوں
روزے بہ ہزار غصم بہ شب آئی م	تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیرونوں

خواجہ علاء الدین مہر کا کسی قدر تفصیل ذکر ابن یمین کے حدود معین کے ضمن میں کیا گیا ہے ۱۲

ابوسعید بہادر خان چنگیز خانی بادشاہ میں باہر میں فرما کر واپس آئے اور ان کے نواسے چھری سے لائے
 کہ سلطنت کی اس کی وفات کے بعد طوائف الملوک کی ہو گئی اور ہر صوبہ دار اپنے اپنے علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا ۱۳

لیکن ان تمام نظروں میں سے جو باپ بیٹے نے ایک دوسرے کے جواب میں لکھے ہیں۔ اس وقت ایک قصیدہ کا اور پتہ چلتا ہے اور وہ ابن یقین کے کلیات میں موجود ہے۔ یہ اس وقت فریوہلڈ سے جرجان گئے ہوئے تھے۔ اور ان کے والد فریوہلڈ میں تھے ابن یقین باپ کی جدائی میں لکھے ہیں۔

یارب از من خبر سوئے خراسان کرد	قصہ درد دل من سوئے در ماں کہ برد
گیرم احوال دلم با در سازد برد دوست	وصف شو قم بر آں بنج احساں کہ برد
آنکہ از روح قدس دوش بظلمت پر سپید	کز شرف آہ با سر ز روہ کیواں کہ برد

ق

روح قدسی ز سر خجرت و دانش گفتش	آصف عہد میں دولت است آں کہ برد
ایں شاعر صبیحی کردم و عقلم سلگفت	شرم باوت پسرا۔ زیرہ بہ کرباں کہ برد
بزد عاخم کن لے ابن میں پیش لگو	نطق با قل ب فصاحت برسجاں کہ برد

امیر عین الدین کا اُستیناق ملاحظہ ہو۔

جنبرے سوئے نگارم بہ خراسان کرد	قصہ ذرہ بہ درگاہ خور آساں کہ برد
نسوئے یوسف مصری کہ چو چا است خیز	خبر سوختہ کورہ کنفاں کہ برد
سخن چشمہ چشم کہ ہر ندے است رواں	چو ہر ندش بہ روانی سوئے جرجان برد
زانکہ در مرکز غم نقطہ صفت ماند سخن	بہ محیطے کہ بود منزل کیواں کہ برد
غم دل بندم و سوداے جگر گوشہ مرا	ہست جائیکہ دراں راہ با مکان کہ برد
قرہ العین من لے جاں جوانی محمود	صبر را روز جدائی ز تو فرماں کہ برد
جز من و جز تو بدستوری کہ ستورہ جاں	گوئے فضل و خرد از ازل خراسان کہ برد

۱۔ جرجان ایران کے صوبہ استرآباد کا دار الحکومت تھا۔ یہ گرگان کا صوبہ ہے۔

۲۔ کرمان کا زیرہ شہر ہے۔ زیرہ کرمان کے صوبے میں واقع ہے۔

۳۔ اہل عرب میں ایک شخص کن ہے جو حاکمیت اور عجب بیان میں ضرب المثل ہے۔

۴۔ سہمان فصاحت میں شہور ہے۔

۵۔ کورہ کنفاں۔ کنفاں کا انحصار۔ مجازاً حضرت عیوبؑ۔ یہاں امیر عین الدین سے مراد ہے۔

۶۔ ہر نہ جرجان میں ایک ندی ہے۔

۷۔ خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان۔

تذکرہ دولت شاہ میں امیر عیسیٰ الدین کا ایک او قطعہ بھی تحریر ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

بزرگوار خدا یا یہ سوز سینہ آناں | کہ علم و محنت تو یافت در دل آیشاں

یہ قطعہ ایک مناجاتیہ نظم ہے اور چونکہ غیر مانوس بحر میں ہے اسلئے فلم انداز کیا جاتا ہے امیر عیسیٰ الدین کی وفات بتایا کہ ۲۴ جمادی الثانی ۸۱۳ھ روز شنبہ وقت شب بمقام خرومید ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ ابن عیسیٰ نے قطعہ بتایا وفات یہ لکھا ہے۔

سال بر بخت صدوست و دو زجرت | شب شنبہ زجمادی دوم بست و چہار
کہ میں دول و دینش اقلیم سخن | رفت زین منزل فانی بسود آرقرا

ابن عیسیٰ کی ولادت و متولد وطن
عموماً دوسرے مشاہیر کی طرح ابن عیسیٰ کا سال ولادت بھی بھی یہ آسانی معلوم نہیں ہو سکتا۔ دولت شاہ کے اس فقرہ سے امیر عیسیٰ الدین بزرگوار سلطان محمد خدابندہ املاک و اسباب

خریدہ متوطن شد و مولد امیر محمود ابن عیسیٰ ہیں خرومید بودہ" دیکھا جاتا ہے کہ ابن عیسیٰ سلطان محمد خدابندہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ مگر ان کی عمر کے اعتبار سے یہ امر خلاف واقعہ ہے جیسا کہ اب ہم ثابت کریں گے۔

کسی شخص کی تاریخ ولادت معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس کی عمر اور کسی سنہ وفات سے حساب لگایا جائے ابن عیسیٰ کا سنہ وفات ۸۱۳ھ ہے اور انکی عمر قطعہ ذیل سے کم از کم پچیس سال ظاہر ہوتی ہے۔

مراغتفا و پنج از عمر بگذشت نہ از تخمیں وزیرے گشت خرم بجھضم و ج یک یک شاں بہ کرات نمید اتم کہ دارند این جداشت ہزاراں یزیر پیشیاں باد	ندیدم مرومی از سپیح انسان نہ از تخمیں امیرے شد ہر اسان نہ تخمیں یا ختم زایشاں نہ احسان ہمہ افاق یا اہل حشر اسان اگر بودند ایشاں ہم بدنیاں
---	---

لہ دولت شاہ نے ابن عیسیٰ کی تاریخ وفات ۸۱۳ھ تحریر کیا ہے جو ابن عیسیٰ کے قطعہ کے مقابلہ میں صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔
۸۱۳ھ تخمیں۔ ہونہ۔ ۷۵۔ تیز۔ گوز

پس اگر سال وفات (۷۹۹) سے (۷۵۵) خارج کریں تو سیکھنے نہ ولادت قرار پاتا ہے۔ لیکن اسکا ثبوت بھی کچھ نہیں ہے کہ پچھتر برس کے بعد وہ زندہ ہی نہ رہے بلکہ اسکے برخلاف بعض قطعات ان کے کلیات میں ایسے موجود ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن ہمام نے پچھتر سال سے زائد عمر پائی مثلاً خواجہ نظام الدین عجمی (کسی امیر) کے قتل کے متعلق یہ قطعہ تاریخ وفات ہے۔

بر سال ہفت صد و دو ز ہجرت نبوی	دہم ز ماہ محرم سے شنبہ از ہفت
بہ یوز آفاق نظام خمیسہ بے یحییٰ	ز تیغ قہر اہل تا بحشر شد خفتہ

یہ واقعہ شنبہ جمعی کا ہے۔ اگر ابن ہمام کی ولادت ۱۹۲ کی ہائیں تو قطعہ مذکور کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تسلیم کرنی پڑیگی۔ حالانکہ ایک آٹھ برس کے بچے کا کسی پولیسکل واقعہ کو ایسی خوبی کے ساتھ نظم کر دینا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خیال گزرتا ہے کہ اس قطعہ کی تحریر کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سے زائد ہوگی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اسنے والد نے اس واقعہ کو نظم کر دیا اور بہ قدر ضرورت اسے مختصراً اصلاح دیدی ہو۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے ایک قطعہ اور ملاحظہ ہو۔ یہ ایک دستاویز ہے جو ابن ہمام نے شنبہ جمعی میں نظم میں تحریر کی ہے۔

کاتب این حروف ابن ہمام	بر خط و قول خود گرفت گواہ
کہ بتاریخ بیستم ز رجب	تا بہ نوفاں کہ باشد آں شش ماہ
دہ من ابریشم گزیدہ نیک	برساند بہ شیخ عبد اللہ
بود تاریخ سال مفصل و چار	کہ نوشت این حروف بے اکرہ

ابن ہمام کی کل عمر اگر صرف (۷۵) سال مانی جائے تو اسن تاویز کی تکمیل کے وقت اسی عمر دس سال مانی پڑیگی۔ مگر قطعہ کی بندش۔ مضمون کی پختگی۔ شرائط معاہدہ کا خوبی کے ساتھ مختصر الفاظ میں اندراج۔ باپ کی موجودگی میں ایک نابالغ کی جانب سے تکمیل ستاویز یہ سب امور ایسے میں خیر شہ کیا جاسکتا ہے کہ اس نظم کی تحریر اور معاہدہ کی تکمیل سب ان کے والد نے کی ہوگی اور نام ان کا ڈال دیا ہوگا جیسے آجکل بعض لوگ اپنے نابالغ بچوں کے نام سے بہت سے معاملات کرتے ہیں لیکن

۱۔ یوز آفاق ایک تمام کا نام ہے ۲

۳۔ نوفاں ایک قسم کا پھول ہوتا ہے۔ یہاں گل نوفاں چولنے کے موسم سے مراد ہے ۱۱

یہ سب بگمانی بلا دلیل ہے اور بجائے اسکے کہ شبہات مذکورہ رفع کرنے کے لئے ہم ابن یحییٰ کی غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کا واسطہ دین مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دسائز مذکور کی تحریر کے وقت اسی عمر میں سال ماننے کی جگہ بندرہ سولہ برس مان لیں یہ عملی ہے کہ ایک ذہین لڑکا اچھی سے اچھی نظم لکھ سکتا ہے اور شعر عا و قافو ناہر قسم کا معاہدہ کر سکتا ہے۔ پس قرین قیاس ہے کہ ابن یحییٰ بھی تحریر دسائز کے وقت سائز ہی میں پندرہ سال کے ہونگے اس حساب سے ان کی عمر کوئی اسی برس قرار پاتی ہے اور ان کا سال ولادت ۶۸۹ھ ہجری تحریر کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ قطعاً جس سے اسی عمر ۷۰ سال ظاہر ہوتی ہے اس کی تحریر کے بعد کوئی پانچ سال وہ اور زندہ رہے۔ تاہم معتبر تفسیر نویس قبضہ فریوہل واقع ہنر وار کو ابن یحییٰ کا مولد و وطن لکھتے ہیں اور خود ابن یحییٰ نے قصائد وغیرہ میں فریوہل کو اپنا وطن عزیز لکھا ہے چنانچہ وہ اپنی کلیات کا دیباچہ حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کرتے ہیں۔

”خیں گوید مہر این مقالات و مقراین کلمات العبد الوائق بالطف الصدی محمود بن یحییٰ
الستوفی الفریوہلی“

دولت شاہ کہتے ہیں کہ ابن یحییٰ اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے والد سلطان مہمل خدا بندہ کے عہد میں خراسان آئے اور فریوہل میں جائداد و املاک خرید کر متوطن ہوئے۔ لیکن یہ خلاف واقعہ ہے۔ سلطان مہمل خدا بندہ کا عہد ۶۸۰ھ سے ۷۱۰ھ ہجری تک رہا ہے اور ابن یحییٰ کی عمر ۷۰ سال اور ان کا سنہ ولادت ۶۸۰ھ مشخص ہوتا ہے پس اگر ابن یحییٰ فریوہل میں پیدا ہوئے ہیں تو بجائے سلطان مہمل خدا بندہ کے عہد کے سلطان ارغون خان کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہونگے اور سلطان مہمل خدا بندہ کے عہد میں ان کے والد نے یہاں جائداد اور املاک خریدی ہوگی یا ابن یحییٰ کا مولد کوئی اور مقام ہوگا اور وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ آکر فریوہل میں سکونت پذیر ہوئے۔ ابن یحییٰ کے زمانہ میں یہ قبیلہ بہت ہی بارونق و زرخیز شہر تھا۔ حملات۔ باغات۔ شفاخانے

بلے دارشیدایمی نے اسی دسائز و نیک تحریر کے وقت ابن یحییٰ کی عمر ۷۰ سال تحریر کی ہے اور اس کے شمار کے سنہ ولادت ۶۸۰ھ قرار دیا ہے۔ ۷

۱۲ سلطان ارغون خان سلاطین مغزانی میں چہا بادشاہ گرا ہے جو ۶۸۳ھ ہجری سے ۷۱۰ھ ہجری تک فرمانر مارا

درسے۔ کتب خانے وغیرہ سب سامان موجود تھے لیکن انہیں دونوں میں جھگ و جدال سے تباہ ہو گیا تھا اور اس بربادی کا اثر ابن یمن کی جائداد و املاک پر پھیلتا تھا جکا ذکر انہوں نے کئی قطعات میں کیا ہے۔ ایک قطعہ میں فریوہل کی اہمیت وہ ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔

فریوہل اس مقام کز میں خسرواں مصرے چو خلد جامع اہل صفا و لیک ہر یک بدان شاہیہ کہ با مادرش پید زین میں دے ہے برابر بکام دل اندرو	بودند با ہم از پئے آن در مطاعنہ بودے - عزیز او شدہ شستے فر اعنہ کرتے برائے صحت اصلش مطاعنہ وارستہ از جہان شستے مطاعنہ
---	--

طفلی و جوانی چوتھے ابن یمن کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا اس وجہ سے اُنکے لڑکپن اور جوانی کے حالات تاریخی میں ہیں۔ البتہ ان کے بعض تاریخی قطعات اور کبھی شاعروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُنکی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر پہنچی تھی۔ بچپن سے وہ بڑے بڑے قابل اشخاص کے پاس نشست و برخاست رکھتے تھے اور ان سے فیضان حاصل کرتے تھے جیسا کہ وہ کلیات کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔

”اے ضعیف را از عنوان ضعیبانی یومنا خاطر بہماست ارباب ذکار فضائل و مصاحبت اصحاب حسن
شمالی بود از انہا بکار فوائد و اشعار انوار عوائد ایشان عترف واقبتا سے ہی نمود و محض ہر ہر بلایق
”و بین این حقیقت درست می یافت“

اسکے بعد وہ اپنی طبیعت کی عجز گیری اور شوق الکتاب و فضل کے متعلق فرماتے ہیں۔
”باز بلند پرواز ہمت بصیرت فضائل کشش می نمود و طوطی رُوح بہ سکر الفاظ اصحاب معانی اہل می بود
”و بامید آنکہ خرمین دار فضائل شوم یک چند از در کشت زار ارباب فطنت خوشہ خجیم و بہ طبع آنکہ غافل
”سفاوت کف آدم دتے در کباب اصحاب دولت غاشیہ کتیم و در طلب مقصود و ویدیم۔ تا مفتح الابواب
”و سبباً لا باب بلطف شال و عنایت لامل بیداری بشید و آنچه از خدا کے خواستہ بودم لمن رسید۔ بہ نظر بعیر
”در خوا قبل امور اسفل بشر تقدیم نموده آمد و نقد اصحاب فضائل بر حکم استخوان آرزوہ“

۱۲ عوائد۔ فوائد ۱۲

۱۲ محض۔ جرم ۱۲

۱۲ بین۔ بیان۔ کیفیت ۱۱

۱۲ ضعیب۔ لڑکپن ۱۲

۱۲ ذکار۔ توجیہ کی جمع ۱۲

۱۲ اعائن۔ خوبیاں ۱۲

" بہر صفت کہ ہواں مقصد شود انسان سو توہ تر صفی از سخن بن ز سید "

" زہر چہ طوطی جاں را از اں غذا دادند یکے بہ شکر جاں پرورد سخن ز سید "

چنانچہ اس تعلیم و تربیت اور اس شوق ہی کا نتیجہ تھا کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں وہ سیاسی واقعات اہم ملکی معاملات اور انقلابی مسائل سے دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے والد یمین الدین جیسے قابل کے مقابلہ میں ہم طرح نہیں لکھا کرتے تھے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے والد زمانہ طفولیت ہی میں انہوں نے بہراہ خواجہ علاء الدین مغل کے دربار میں لہجہ یاد کرتے تھے اور یہ اسکی وجہ میں قصائد پڑھ کر تے تھے۔ کبھی کبھی خواجہ بھی کسی خاص بحر یا زمین میں شعر کہنے کی ان سے فرمائش کیا کرتا تھا ان کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ معقول و منقول، فقہ و حدیث وغیرہ ضروری علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں زمینداری کے کاروبار انجام دینے لگے تھے جسکی وجہ غالباً یہ ہو کہ ان کے والد کو سرکاری ملازمت اور امیروں کی دربارداری سے فرصت نہ ملتی ہوگی یا غی و دیہات وغیرہ کا انتظام ان کے سپرد کر دیا ہوگا۔

ابن یمین کی غیر معمولی قابلیت کا سکہ ان کے والد کی زندگی ہی میں لوگوں کے دلوں پر چمکا اور اپنے والد کی وفات سے قبل ہی کوئی تیس تیس سال کی عمر میں ہی کافی شہرت ہو چکی تھی۔ جو اشعار انہوں نے اپنے والد کے جواب میں لکھے تھے وہ ملک میں شہور ہو چکے تھے۔ بہت سے اہل سخن باپ بیٹوں کے کلام پر حیا کر تے تھے اور ان یمین کو یمین الدین پر ترجیح دیتے تھے اور ان کے مداحوں کا بڑا گروہ موجود تھا جو اس قسم کی تعریف میں ان کا ہمنوا تھا۔

سنہ ابن یمین کہ نتوان کرد	جس ز بن انساب شعر مرا
در میان سخنوں باشد	فضل فضل الخطاب شعر مرا تھے

ایسر یمین الدین کے ایک شعر سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باوا بیٹے اپنے زمانے میں کیا کرتے تھے۔

جز من در جزو بدستوری دستور چنان	گوئی فضل و حسنہ از اہل خراسان برد
---------------------------------	-----------------------------------

ابن یمین لڑائیں سے کوئی تیس برس کی عمر تک زمینداری و شاعری میں مصروف رہے اور اسکے ساتھ ساتھ اپنے خاندانی سرپرست خواجہ علاء الدین کی ملازمت و محاسن

کی خدمت میں بھی بامیدانام واکرام جاتے اور مدحیہ قصائد پیش کرتے رہے لیکن ملائمت میں جب
انخے والد کا انتقال ہو گیا تو خواجہ علاء الدین نے جو ان کی قابلیت سے خوب واقف تھا بطحاظ لیاقت
واستحقاق انخے والد کی جگہ خدمت مستوفی پرائکو نامور کر دیا۔ ملاسرشید یا سہمی جنہوں نے ابن
کی عمر کا اندازہ ہم سے پانچ سال نامد کیا ہے۔ وقت ملازمت انخی عمر (۲۷) سال لکھتے ہیں دوران ملاز
میں انخے ذرائع معاش زراعت۔ ملازمت۔ بیج گونی تھے۔ کچھ دن بعد جس کی مدت واقعات کی
بنا پر سات آٹھ سال قرار دیا جاسکتی ہے انہوں نے حاسدوں کی لگائی بھائی کی وجہ سے خود استعفا
دیدیا جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

درباب من زروئے حسد یک و ناشناس
دہمازند و کورہ کتبیسس تافقت

دیباچہ دیوان میں بھی ترک ملازمت کی وجہ کچھ اسی قسم کے اسباب تحریر فرمائے ہیں اور اس غلام
سے آزاد ہو کر خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مردے دماور دیوانی مداخلت کردم و با اکابر و امثال طریق مناسقت و مناسقت کشودہ بدایتاً
طالع و غایت آزار بے فکر ندیدیم۔ عاقبتہ الامر در مغاظران ملاتے و در طبع کلائے پیدا آمد۔ مصراعہ
” پشت پائے زردیم دو ارسیم
” لاجرم زبان درگش بیان بدیں بیت مترنم گشت۔ صدشکر و صد پاس کز اشغال روزگار۔
” داد ایزدم فراغت و نیکو فرماغتے

ابن یمن جیسے پابند اخلاق و نیک نفس بزرگ کی نسبت یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انخی ملازمت
کسی بے عنوانی کے سبب سے گئی ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ابن لیری و سرخرونی کے ساتھ خواجہ علاء الدین
کے پاس یہ پیغام نہ بھیجتے۔

نسیم باد صبا جز تو کیست کز برمن
بہ نزد خواجہ رسالت گزار خواہد بود

۱۷ کورہ۔ لور و نخی بیٹی۔ کورہ نہیں تافقت۔ فریب کی بھی سلائی ۱۲
۱۷ مناسقت۔ مناسقت اخذ ۱۲

۱۷ بدایت۔ ابتدا۔ ۱۲

۱۷ طالع۔ مفسد۔ ۱۲

۱۷ خاطر۔ آفت۔ ۱۲

۱۷ کمال۔ بیخ ۱۲

<p>کہ ام کار کہ آن برتسار خواهد بود قیاس کنن کہ ز غلم چه خار خواهد بود کہ وقت حرکت از آن شرمنا خواهد بود</p>	<p>بگو پیش کہ گرم کار برتسار نماند مرا کہ فخر نبود است تا کنون بے عمل یکے کہ بیخ نہ کرده است در زمان عمل</p>
<p>ترک ملازمت کے بعد ابن یحییٰ اپنے مزرعہ کے گوشے میں بیٹھ گئے اور عارفانہ و شاعرانہ زندگی شروع کر دی۔ اگرچہ بادشاہوں کے درباروں میں وہ اب بھی آیا جایا کرتے تھے ملازمت نہ کی اور اہل پیشہ و مہنت و شاعری قرار دیا۔ ناپاد دل سمجھانے کے لئے ایک جگہ ملازمت کی برائی میں فرماتے ہیں۔</p>	
<p>اول بیاں کہ آخر آن جز ہیبیت خرم کسے کہ قاضی و شیخ و خطیبیت</p>	<p>ابن یحییٰ گرت بہ عمل میل خاطر است چوں عمل مردست بسان طلاقین</p>
<p>کبھی اپنے میں ملازمت کے ناقابل بھی بتاتے ہیں۔</p>	
<p>من از کجا سخن سر مملکت ز کجا سبھ</p>	<p>حدیث من ز مفاہیل و فاحلات بود البتہ ایک مرتبہ خواجہ علی بن نقس الدین سردار فرما نروا سے جکا ذکر آگے آ گیا اصول استدھالی تھی معلوم نہیں ہوتا کہ خدمت دیوانی کی درخواست ہے یا علاقہ دیوانی سے کوئی وظیفہ جاری کرنے کے لئے خواہش کی ہے۔ فرماتے ہیں۔</p>
<p>ز بہر خضر بر انبائے روزگار بس است یہ جب او جو بہ نزد ہائے خرمگست فتادہ اکثر اوقات اندرین قفس است کہ در ہوائے تو پرواز کردش ہوس است مدہ دست مرا نیوقت را کہ دسترس است</p>	<p>مرا تو آنچه بہ تشریف دادہ - ہمہ عمر ولیک طوطی طبعم کہ طائر ملکوت اننا نغده بال و پر کے نیستش متا بحال بہ بخش بال و پر سے از منال دیوانی کوں کہ دسترس بہت دستگیرش باش</p>
<p>نظام الدین یحییٰ کرابی سردار کے زمانہ میں بھی جب انکو بے معاشی نے تنگ کیا۔ قرضہ لگایا اور پہنے کو کپڑے نہ رہے تو اس کے وزیر جلال الدین کے توسط سے یہ گزارش کی تھی۔</p>	
<p>کہ بہت ابن یحییٰ بندہ از جہاں کنم معروض اگر داری سہر آن گند مہلک مہلکے شاہ ایراں</p>	<p>بہ درگاہ جلال دولت دو دیں دو گرہ فصل از مہات ضروری بیاں امید کا ندر وقت فرصت</p>

نظام ملک و ملت شاہ بیچیلے نختیں آنکھ بے وجہ معاشم امید مہت کزا نغم خسر و دوم بردلی زرقہ ضم مہت دروے خلاصم گردہ لطفش ازین درد سوم تشریف سرتاپائے دارم اگر شاہم دند خلعت چہ باشد	کہ باد از شرق تا غربش لبسوں وزیں دارم دے دایم پریشاں کھانے گردوم مجری ز دیواں کہ غیر از لطف شامش نیست درماں کمال شہ پیری را چہ نقصاں امید از جو و شامش شاہ یکساں محمد دادم خلعت جہاں
--	--

معلوم ہوتا ہے کہ اس درخواست پر نظام الدین بیچیلی نے انکی کچھ تنخواہ مقرر کر دی تھی مگر غالباً وہ ناکافی تھی اس لیے ترقی کے واسطے یہ موقوفہ کرنا پڑا۔

مرا کہ وجہ امور معاش منظم است کہ آرزو سے دل از بندگی شاہ بجواہ	دلے زبان سعادت ہی کس تعلقین کہ گر چہ حال تو نیک است ہم کذبہاں
---	--

اگرچہ ابن یحییٰ میں ملازمت و مداحی وغیرہ کے تجربات سے بھی پوری طرح واقف تھے مگر حسن و خوبی انہوں نے دل سے پسند کیا ہے وہ زراعت ہے اسوجہ سے عموماً مذکورہ نویسیوں نے انکی ملازمت وغیرہ وغیرہ کا کچھ ذکر نہ کر کے صرف اسقدر لکھ دیا ہے کہ زراعت سے زندگی بسر کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ابن یحییٰ اپنے والد کی زندگی ہی میں زراعت کی طرف متوجہ تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں والد کے انتقال اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد اگرچہ امیروں کی مداحی بھی انکا پیشہ ہو گیا تھا تاہم جب کبھی ان کو موقع ملتا وہ اپنے مزرع میں جو ان کے والد نے میراث میں چھوڑا تھا زراعت کر لیا کرتے تھے۔ اگرچہ بصرحت یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کس چیز کی زراعت وہ کرتے تھے مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اننے مزرع میں شیم کی کاشت بھی ہوتی تھی اور اس کثرت سے کہ چہ چینی میں دس دس سیر عمدہ شیم تیار ہو جاتا تھا وہ زراعت کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور اسکو نتیجہ ناپاداش علی کی فرکار کا کچھ سے قطعاً میں جا بجا انہوں نے اس پیشہ کی تشریح کی ہے اور ذمیوی لحاظ سے وہ اس کو بڑا فائدہ کا کام جانتے تھے چنانچہ شاعری پر بھی جو ان کا مرقوب پیشہ تھا دقت کو ترجیح دیتے تھے مثلاً ایک حکایت فرماتے ہیں۔

<p>پدید آووم از رو و مقننت زہر دونان بعد ازین مسکت نیے بادشاہی زہے سلطنت</p>	<p>مراقمہ ناناں کہ اندر خوراست بہ نزدیک دونان نخواہم نمود من وطاعت و گوشہ عاقبت</p>
<p>ابتداء میں ابن یحیٰی کو زراعت میں یا وائے اعلیٰ ملازمت و غیرہ سب میں ملا کر بہت فائدہ ہوا اور کھیت، باغ، مکان، سب کچھ سامان آسائش موجود ہو گیا۔ اچھی طرح عیش سے بھر پور زندگی گزارتے تھے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ہوا اچلی کہ وہ کھیت، باغ، مکان سب چیزیں ہاتھ سے نکل گیا اس بربادی کی وجہ اگرچہ کوئی خاص نہیں قرار دیا جاسکتی مگر خانگی تنازعات، انقلاب، آمدنی کا قلت، اخراجات کی بیشی۔ فیاضی وہاں تو ازی ملک کی بدامنی یہ سب سبب یا ان میں سے کوئی سبب ایسا ہوا کہ وہ مفلس و قلیخ ہو گئے اسکا ذکر مختلف قطعات میں انھوں نے کیا ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔</p>	
<p>بود حال و بالم ازوسے بارفاہ و با فراغ وز برائے عیش بودم کا خداد صحن باغ در سیر سیکر بلاسی می روم اکنون جوزاغ ایں زماں شب می نیارم کرد در سخن چو مرغ روزگارم ہر زماں دانے نہد بالاداع</p>	<p>پیشتر زین روزگار سے دستم الحی چنانکہ از پئے عشرت باغ اندر مزارع داشتم بود چوں بار مصیدہ پیش ازین کہ مصید پیشتر ازین بار سے در روز شمع از سخن بر مثال سب در دیدہ کہ متوالش چشتا</p>
<p>ناظرین جو فرمائیں کہ یہ قدر نائس زمانہ کیسے کیسے بزرگوں اور باکالوں کو کیا کیا پریشاں کرتا ہے کبھی ابن یحیٰی کو بھوکا سلاتا ہے اور کبھی سعدی کو ننگے پاؤں پھرتا ہے جس طرح عموماً مفلس شریف آدمیوں کو اپنی گزشتہ وقعت کے خیال سے ظاہری حالت درست رکھنی پڑتی ہے اسی طرح ابن یحیٰی بھی مجبور تھے کہ گھر میں چاہے بھوکے رہیں مگر بازار میں ڈکار لیں۔</p>	
<p>کار من داکشتے ہزار فرسہ و غ دم زہدی بھی زخم بہ دروغ نرسدناں بہ ترہ۔ آترہ بدوغ می کشم برگر سنگی آروغ</p>	<p>پیشتر زین کہ رندوش بودم وین زماں کز برائے مصلحتی حالم از فقر و فاقہ است چنانکہ وز برائے رعایت ناموس</p>
<p>کلمہ دروغ۔ اچھا چھ (پہلا دی) ۱۲</p>	<p>پہلے ترہ۔ تیرکا ہی۔ سبزی ۱۲</p>

بقسمتی سے ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے
مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔

ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔	ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔
ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔	ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔

باوجود ان تمام تکالیف اور بے بضاعتی کے وہ خدا کا بندہ اکثر فقر و فاقہ بردھدا کا شکر گزار
جانا اور اہلک فردست! ہوجانے پر ابن یحییٰ نے مداحی و شاعری مستقل پیشہ اختیار کر لیا تھا اس
زمانہ کی حالت بھی ایسی تھی کہ طائر۔ تاجر۔ یاد مہمان کوئی بھی آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا
اور بجز امن کے کہ اس زمانہ کے امیروں یا بادشاہوں سے جو ایک قسم کے فراق تھے وابت نہ ہو جا
کوئی سبیل حصول معاش و حفظ آبرو کی نہ تھی۔ ابن یحییٰ کے کلام سے ظاہر ہے کہ انہی تقریباً
تمام عمر تکلیف میں گزری۔ ہم کو حیرت ہے کہ حاجی لطف علیجاں آڈرنے آتشکدے میں ابن یحییٰ کا
ذکر امراء و سلاطین کے زمرے میں کیا ہے۔ اگر حاجی صاحب موصوف نے قطعات ابن یحییٰ غن
ملاحظہ فرمائے ہوتے تو یہ غلطی نہ ہوتی۔ شاذ و نادر ہی ایسے موقعے ہوئے ہیں جبکہ ابن یحییٰ مٹھیں
نظر آتے ہیں۔ خدا لوم کس وقت انھوں نے یہ فرمایا تھا۔

غزل از روئے ہوس بود و قصائد مطلع زین پسے ابن یحییٰ نام مطلع باز کن صحت و وجہ معاش ہر اسباب بکام	نہ طمع ماند کنوں در دل تکم نہ ہوس عجبوتے چو تو لایق بود بہر گس نا پاسی کن انصاف برہ اینست بس
---	--

امراء و سلاطین سے
ابن یحییٰ کا تعلق
ابن یحییٰ کو امراء و سلاطین بھی ایسے لئے تھے کہ کجبت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مٹھیں نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔

تذکرہ نویسوں کو اس بارہ میں اختلاف رہا ہے کہ آئندے مدوح کون ہیں۔ دولت شاہ لکھتے ہیں کہ وہ سرمدیوں کے مداح تھے صاحب مجمع الفصحاء کی مداحی صرف طنائیمو رخان والی ہاؤس اور گراں تک محدود کرتے ہیں۔ پروفیسر ایڈورڈ براؤن صاحب مؤلف تاریخ ادبیات ایران کو جن کا ماخذ تذکرہ مجمل فصیحی ہے اس میں شک ہے کہ وہ سرمدیوں کے مداح تھے یا نہ تھے۔ یہ سب اختلافات عدم دستیابی کلیات ابن عیاض کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کلیات سے ظاہر ہے کہ ابن عیاض نے کوئی (۶۵) اشخاص کی وجہ میں قصائد و قطعات لکھے ہیں مگر جن لوگوں کی خصوصیت کیساتھ انکا تعلق رہا ہے ہم مختصراً انہیں کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

خواجہ علاء الدین محمد ابن عیاض کا سب سے پہلا مدوح خواجہ علاء الدین محمد ہے۔ یہ سلطان ابو سعید بھادشاہ رخان کے زمانہ میں وزیر خراسان

تھا اور اس قصبے بل بھی بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکا تھا قصبہ فریوہد کو اس نے بارہویں شہر بنایا تھا ابن عیاض عین میں ہی اپنے والد کے ساتھ خواجہ کے پاس جایا آیا کرتے تھے اور مدحیہ قصائد لکھ کر لکھ کر بامید صلہ و انعام پیش کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات خواجہ بھی کوئی مدحیہ طرچ دیکر ان سے قصیدہ لکھنے کی فرمائش کرتا تھا ابن عیاض خواجہ پر بہت ناز کرتے تھے اول وہ کوئی قصیدہ لکھتے جب صلہ نہ ملتا تو قفا فنا شروع کرتے۔ خواجہ علاء الدین اگرچہ بہت شعر و دست تھا مگر ہر وقت اپنی کسی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا تھا۔ انتظام مملکت کے لئے اس کو اچھے بڑے ہر قسم کے آدمیوں سے غماز و نذر ہوتا تھا۔ یہ باقر ابن عیاض کو ناگوار گزرتی تھیں اور خواجہ پر نفرت کتے تھے کہ جیسے خود ہیں ویسے ہی لوگوں سے ملتے ہیں۔

۱۲ سرمد کے منشی دہلی پر سر رکھنے والا۔ یہ سرکف لوگوں کی ایک جماعت تھی جو عزت ورجان قربان کرتے تھے ۱۳ ہجری میں جب سلطنت چنگیز خان نے آخری تاجدار سلطان ابو سعید بھادشاہ کی وفات برادران میں برآمدی چلی اس وقت سرمد اور قباظہر جو ان کی ابتدا از طریق ہوئی کہ خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان کی قصیدہ لکھنے کے بعد ان کے تعلق و معلوم کرتے تھے وہاں والوں سے شہر و مشاہد کی فرمائش کی۔ اس پر دو شعر بے نادر اور کو قصہ آیا اور انہوں نے یہ لکھ کر کہ ما سرمدایم عمل ابن عیاض ترا ہم کریم کہتے تھے ۱۴ سرمدی ادبا۔ ۱۲ تاریخ روضۃ الصفا

۱۵ جلیل کسر۔ مطلع السویدین وغیرہ میں کم و بیش انفر کے ساتھ سرمدیوں کی وجہ سے یہی الفاظ سرمدیوں کے زبان سے نکلے ہیں ۱۶ سان لیکو ہے خوشگوار و بیوقوف انسان کی سرکونی کہ لے کہ جمعیت لیکر جاکانی کی اور بے قصہ بائین وائے عبدالرزاق بیاداری ۱۷ ایک بہادر شخص کی نامی میں مقالہ برائے ۱۸ آخر سرمدیوں کو فتح ہوئی خواجہ ہاؤسوں کی طرف ہوا گیا اور سرمدیوں کا قصہ نام خراسان پر چوگانا سرمدیوں کے سلسلہ میں گل بارہ تیرہ بادشاہ گزرے ہیں اور کل پچاس برس تک یہی سلسلہ چلا ہے ۱۹ مشہور صحیفہ تمدن کی سلطنت رہی مگر کیم اس باس کے مالک کو انہوں نے جلا مارا تھا ۱۲

سرا کا بر عالم علماء دولت و دیں جہانیاں ہمہ را بود اعتمادخان گماں بزد کہ جنبیہ است علت خیم	توفی کہ رائے تو بر آفتاب طبعست زن است کہ خواجہ منبع را بست و مجمع فطن است از اس کہ جنبس طلبکار جنبس غیر است
خواجه فطر تا بحیل واقع ہوا تھا جب معمولی طعن و تشنیع سے نہ سچیا تو ابن ہیمان یہ آوازہ کہے	
مرا از خواجہ نفع امروز باید کہ فردا چوں بہ مشر جمع گردند	وگرنہ روشن است اہل خسرو را زمن حاجت بودیوں خواجہ صدرا
کبھی کبھی اس سے بزرگرتیبہ کی ضرورت پڑتی تھی چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔	
بر آستان چو اوائے اقامت چومنے کہ جو نیز تو ان گفت بریح مشکل نیست	برائے منصب و مال است نزر برا خدا براں زباں کہ بود خواجہ را بیخ سرا
کبھی روٹھ کر ابن ہیمان اپنے گھر بیچ رہتے۔ خواجہ کے پاس جانا چھوڑ دیتے۔ وہ ان کو بلوایا آخر پھر ایک کے ایک ہو جاتے اور پھر وہی نصیحت سے اور وہی بیخ مشرود ہو جاتی۔	
در حیرتم ز ہندوئے زلفت کہ در سرت دستور دین پناہ چھل کہ روز رزم	در عهد دل صاحبانم تظاول است گوئی مگر علی است کہ برشت دل است
خواجه علاء الدین نے فریوہد میں ایک باغ بڑا یا تھا اسکی تعریف میں فرماتے ہیں۔	
دلاگر میل آن داری کہ خد جاودا بینی نظر بہر تماشا را بریں عالی سرا افکن	وگر باغ ارم خواہی کہ در عالم عیان بینی کہ تا از فایت نرمت ہم این بینی ہم آن بینی
خواجه نے تصبیہ فریوہد میں ایک شفا خانہ بھی تعمیر کرایا تھا جسکے بہتر حکیم الدین نامی کوئی طیب تھے۔ اس میں عجیب بات یہ تھی کہ جیسے آجکل شفا خانوں میں نرسیں (ایٹارڈ آرٹوتیس) اور بعضوں کی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہیں اس شفا خانے میں ہی عورتیں مامور لگی تھیں۔ ابن ہیمان تو ان میں	
حبذا آرام گاہے خوش تر از دار نعیم چوں در امراض باصحت مبدل مشوید	وز پر یرویاں صدف کردار سردر نعیم نیست جز دارا شفا سے کردہ بنیادش حکیم
۱۲ - رام - فہم - فرات ۱۲ ۱۳ - فتن - حقل و دانش ۱۲ ۱۴ - نذر برائے خدا۔	

جب سلطان ابوسعید بھادرخان نے کسی نامعلوم سبب پر خواجہ کا تبادلہ خراسان سے شیراز و کرمان کی جانب کر دیا تو اس زمانے میں ابن یمین پر بھی مصیبت کا سامنا رہا اس امر کا پتہ نہیں لگتا کہ اس وقت انکا کیا مشغلہ رہا مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدیم ولی نعمت کو یاد کر کے ٹھنڈی ستیں بھر کرتے تھے اور خواجہ کے دشمنوں کی بربادی کی دعا کیا کرتے تھے آخر ۳۸۰ھ ہجری میں اپنی آرزو پوری ہوئی خواجہ پھر خراسان میں آئے اور انہوں نے یہ نیت پیش کی۔

امروز در زمانہ دلم شاد و خرم است | وین خرمی ز مقدم دستور اعظم است

اسکے بعد خواجہ کوئی چھ سات برس تک خراسان میں قفل و زبر رہے ۳۸۰ھ ہجری میں جب سرداروں کا زور ہوا اور عبدالرشاق سردار کے مقابلہ میں خواجہ کو شکست ہوئی تو وہ یہاں سے بھاگ کر طفا تیمورخان کے پاس گرگان کی طرف چلا گیا اور خواجہ کے محلات و باغات سرداروں نے لوٹ لئے ابن یمین نے اس سانحہ پر ان الفاظ میں سوہا ہے۔

ز بوفانی گیتی اگر نبی آگاہ | بد قصر خواجہ ننگہ کن کہ اندر و پیدا است
دریں سر او دریں صف و دریں یو | بے نشست امیر و اسیر از و برخاست

سفر بازندراں میں ابن یمین بھی خواجہ کے ساتھ تھے اور انکے گھر بار کا بھی غالباً سرداروں نے وہی حشر کیا جو خواجہ کے محلات کا ہوا تھا۔ ابن یمین پانچ سال تک طفا تیمورخان کے پاس خواجہ کے ساتھ مقیم رہے اس وقت بھی اپنی خواجہ سے دوستانہ شکایتیں چلی جاتی تھیں چنانچہ تو اس

اے باد صبحم گزرے کن زرد و کلف | بہرین کشتہ محزون و مستحق
سوئے جنابک صفتانی نگاہ کن | کز راہ رتبہ اوست سلیمان ابن من
کے منفی شرایح احساں روا بود | کابن ہمیں کہ بہر تو برید از وطن
کشتی بخنگ راند و خدام آنجناب | غرق بجا بود تو بحسر زمر و وزن

سے عبدالرزاق پہلوان قصیدہ بکشتین مطلع سزاوار کا رہنے والا ایک پناہ بخش تھا۔ سلطان ابوسعید محمد بہادرخان کے عہد میں تحصیلدار بھی رہ چکا تھا۔ سرداروں نے اسکی ہمتی میں علاء الدین پر فتح حاصل کر کے اس کو اپنا بادشاہ بنایا اسکی سلطنت ایک سال دو ماہ رہی۔ سرداروں کا یہ پہلا فرزند تھا اور چوتھے نیاہت فاسق و فاجر تھا اس وجہ سے اسکے چھوٹے بھائی وجیہ الدین مسعود نے ۳۸۰ھ ہجری میں اس کو تلوار کے گھاٹ آثار دیا ۱۲

ابن یمین خواجہ کی خدمت میں ابداسے کوئی ۳۰ سال تک رہے۔ خواجہ کی وفات ۱۱۸۵ھ میں
علاقہ ماژندران میں ہوئی اور ابن یمین نے تاریخ وفات لکھ کر اسکی آخری خدمت انجام دی۔

طغیا تیمورخان خواجہ علاء الدین کی وفات کے بعد ابن یمین کچھ دن تک بدستور
طغیا تیمورخان کے دربار میں رہے۔ سلطان ابوسعید محمد جہاد ریخا

کی وفات کے بعد اسکے مختلف صوبہ دار مختلف ممالک میں خود مختار بادشاہ بن بیٹھے تھے۔ چنانچہ ماژندران
مگرگان میں طغیا تیمورخان نے سلطنت کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ خواجہ علاء الدین کا بہت ادب
کیا کرتا تھا اور انکے مشورے پر کار بند ہوتا تھا۔ خواجہ کی خاطر سے وہ ابن یمین کی بیعت کرتا تھا
ورنہ وہ دراصل ایک بے پڑا سپاہی تھا۔ اور اسکو شوخ و عن کا مذاق نہ تھا۔ ابن یمین کو جو غزنی وقت
کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں رہا تھا اسلئے انھوں نے اپنی سب توقعات اسی سے وابستہ کر دی تھیں اور اسکی
مدد میں بہت سے قصائد کہے مثلاً عراق کی کسی قوم سے واپسی پر فرماتے ہیں۔

لے دل بیار مرده که شاه جہاں رسید دلایے دین طغیائے تم رخاں کہ ملک را بودیم در کشاکش احداث روزگار	فراں وہ ملوک زمین وزماں رسید چوں اور رسید در تن آزرده جارید شہ آید و بشارت امن و اماں رسید
---	--

خواجہ کی خاطر سے طغیا تیمورخان نے کچھ دن ابن یمین کو بناوا۔ پہلے تو جہی شروع کر دی
نہیں کہ افلاس کی نوبت پہنچی اور ابن یمین اپنا گھوڑا نکبج کر کھا گئے۔ بادشاہ نے ایک گھوڑا عنایت
کیا مگر اسکے دانے کھاس کا انظمہ سرکار سے نہ ہوا۔ اب مشکل تھی نہ اسے جھپکتے تھے نہ بانہہ سکتے
مجبوراً عرض کیا۔

شہر یار جہاں طغیا تیمور بندہ را بود بستہ بر آخور چند روز است تا فروختہ ام شاه ازاں پس بر بندہ ایسے دواہ	لے چو حاتم بہ کرمت شدہ فاش لاشہ اسپ مناسب او باش کرد و جہ معاش خودز بہاش چست ورموار و چابک و جماش
--	--

۱۱۸۵ھ آخر۔ طویلہ ۱۲

۱۱۸۵ھ لاشہ۔ مرل ۱۲

۱۱۸۵ھ چاش۔ چالاک ۱۲

<p>زہر بقدار دأنه خشخاش بہر خرمی خود فروخت بہ لاش</p>	<p>خسرواچوں برائے اسپ نماند مرکب شہر یار ہم نہ توان</p>
<p>جب یہ تیر ہی نکل کر گنہا بادشاہ کی خدمت میں مصلیٰ کا رونارونے کے لئے یہ قطعہ لکھا۔</p>	
<p>کہ یا بد ابن عیلمین ساعتے مگر تہنماش بر آستانہ آن زرنشاں و گوہر پاش</p>	<p>کجاست حضرت شاہ جہاں طفا تیمور کند نکایت ایام یک بیک معروض</p>
<p>جب افلاس نے زیادہ تنگ کیا اور طفا تیمور خاں کے لوگوں نے کان بھر کے ابن عیلمین صرف تمہا نا ہی ملح نہیں ہے بلکہ دوسروں کی بھی خیر نمانا ہے۔ قصہ مختصر کچھ یہ بدل ہوئے اور کچھ وہ بے پروا ہوا۔ مصیبت کے وقت گھربا دیا۔ اس زمانے میں سرداروں کو عروج اور طفا تیمور خاں کو زوال ہوتا جا رہا تھا۔ آخر ۱۲۲۱ء میں گرگان سے نصرت ہو کر وجیہ الدین مسعود سردار کے دیار میں قمت آزمائی کے لئے سبزہ وارا آئے۔ (طفا تیمور خاں کے باقی ماندہ حالات نظام الدین کے سردار کے ضمن میں تحریر کئے گئے ہیں)</p>	
<p>وجیہ الدین مسعود سرداروں کا دوسرا تاجدار میں تخت نشین ہوا تھا۔ اسکے زمانہ میں سرداروں کی قوت روز ترقی کر رہی تھی۔ تمام خراسان و اطراف و جوار اسکا تسلط تھا۔ اسکا پایہ تخت سبزوار تھا۔ اس پاس کے اُمرا اس سے</p>	<p>وجیہ الدین مسعود سردار شیخ حسن جور</p>
<p>خائف ہو کر سرداروں کا قلع قمع کرنے کے درپہ تھے اسلئے مسعود نے یہ چال چلی کہ ایک مشہور بزرگ شیخ عہر شیخ حسن جوری کا وہ مرید ہو گیا۔ یہ شیخ خلیفہ کے جانشین تھے۔ شیخ حسن کے کلام میں خاص تاثیر اور زبان میں غضب کی فصاحت تھی۔ بعض اوقات ان سے کراماتیں بھی ظاہر ہوتی تھیں بہت سے لوگ اچھے معتقد تھے۔ شیخ خلیفہ کے قتل کے بعد خراسان کے مختلف شہروں میں یہ اپنے مذہب کا جو تصور و تشیع کا مرکب تھا دعوت دیتے پھرے۔ اور ۱۲۲۰ء میں شہر مقدس میں آکر قیام پذیر ہوئے</p>	
<p>سے لاش۔ لاش کا تحفظ ہے اس سے مراد کو قمت ۱۲ سے شیخ خلیفہ سبزوار کی مسجد میں دفن کیا کرتے تھے اور نکات منزعیت کے ساتھ ممال موت و تقوف کو اس سبب سے مانا کرتے کہ گروہ و گروہ لوگ اچھے حلقہ آرا دین میں داخل ہو گئے۔ طوائف ظاہر و نقاب سے وقت کو ناگوار گذرنا اور حکام کو ان کی جانب سے برافروختہ کرنے سے لاش میں انکو قتل کر دیا تاکہ بعد شیخ حسن جوری اچھے جانشین ہوئے ۱۲</p>	

اسرعون شاہ والی نیشاپور نے ان سے خوف زدہ ہو کر کہ مبادا کسی وقت میں یہ بیخروج کریں ان کو قید کر دیا مگر کچھ دن بعد اہل خراسان نے یا وجہ الدین مسعود نے ان کو قید سے چھڑوا دیا اس کے بعد شیخ حسن کے مریدوں کا ایک بڑا گروہ مسعود کا طرفدار ہو گیا مسعود کی فوجی قوت اور اس کی فطرت پریشا کے انفاس قدسی کی بدولت سرداروں کا سکھ اطراف و اکناف ملک میں بٹھ گیا ابن مہین بھی کچھ تو اعتماد سے اور کچھ مصلحت و وقت کے لحاظ سے شیخ حسن کا کلمہ پڑھنے لگے اسی وجہ سے وہیں ہو کر ابن مہین کو شیخ حسن جوڑی کا مرید تحریر کیا ہے۔ ابن مہین اپنے مرشد کی بیخ میں فرماتے ہیں۔

واجب بود از راہ نیاز اہل زمین را یک روزہ معافش ز پئے نصرت ملکش از ربقہ فرمائش ہر آنکس کہ بروں برد لے منگہ انوار الہی دل پاکت ست ابن مہین داعی جاہ تو و باشد	درخواستن از حق بدعا شیخ حسن را صد سالہ فروں طعمہ و بد زنج و زغریں آبادہ نہاد از پے خود تیغ و کفن را نشناختہ چون مردم یکفن ہر فن را آٹا ہی ازین واقف ہر سر و عطن را
---	--

وجہ الدین مسعود اور شیخ حسن دونوں ملکر تمام خراسان پر چھا گئے اور ہر شخص کی اطاعت پر مجبور ہوا۔ شیخ حسن خود میدان جنگ میں را کرتے تھے۔ مسعود کی فتوحات کو ہر شخص شیخ کے انفاس قدسیہ کی برکات کے باعث سمجھتا تھا۔ مسعود نے لوگوں کے اس اعتماد سے فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کی بنیاد مضبوط کی۔ ان روحانی و سیاسی بادشاہوں کے انچا پر ابن مہین اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

باشاہ میں چہ رحمت است آنکہ حق نمود داوش کلیم وار ز بیدائے شک غلام حالش بدایں رسید کہ ناگہ گروش ہوش بثافت سوئے آنکہ بمیدان معرفت یعنی جناب سرت شیخ کہ ہمیش	رنیاش دادہ بود کنوں دیں ہر آن فرود نور نہیں زواد ہی ایمن بد و نمود نویجوائے اللہ از لب کرو بیان شنود از جملہ اولیاء قبیلہ السبق در ربود بر فرق فرقد از رہ رفعت قدم مسود
---	---

لے بعا۔ صوا۔ رگتان ۱۲
لے تعقب۔ تیغ۔ سبق۔ سبقت۔ تعقب السبق سے وہ تیغ مراد ہے جو سوارینوں سے اٹھا کرتے ہیں ۱۲
لے فرقد۔ قطب کے پاس کا ستارہ ۱۲

<p>روشن شدہ است ابن یمین کے زور و دو۔ یکسر کشادہ چون رہ صلح و صفا کشود باشد۔ بلے کہ کفر یہ یکبارگی غنود</p>	<p>من بعد عقدہ کہ فت زور امور ملک گردو پیمین سمیت این قطب او لیا بیدار باد دولت اسلام تا ابد</p>
<p>تباہی ۱۲ رضی اللہ عنہ جب شیخ حسن و مسعود اور ملک معز الدین کرت والی ہرات کے درمیان بقام زاوہ جنگ ہوئی تو اس وقت ابن یمین بھی مسعود کے ہمراہ تھے اور جنگ میں شریک ہونے کے لئے ایک میل گھوڑے کی جگہ اچھا گھوڑا طلب کیا تاہم طلب ملاحظہ</p>	
<p>اے چونا م تو طاعت مسعود ہموفرز نیش کجسردی مسعود درمیاں پایادگان مسعود</p>	<p>اے شہ کاہراں وجیہ الدین چاکرت لاشہ مرکبے دارد ہرکہ گرد بر و سوار۔ بود</p>
<p>جنگ میں دل مسعود کو فتح ہو رہی تھی اور سرداروں کی پنج ہزار فوج اہل ہرات کے سین ہزار شکر ز غالب آچکی تھی کہ اتنے میں مسعود نے جس کو شیخ حسن جوڑی کے اثر و قوت سے حسد ہو گیا تھا یہ سوچا کہ لگے ہاتھوں اس خانگی دشمن کو بھی ٹھکانے لگا دو۔ چنانچہ اس کے اشارے شیخ حسن کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ ان کا قتل ہونا ہی تھا کہ سرداروں کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور ملک معز الدین کی بھاگی ہوئی فوج سرداروں پر ٹوٹ پڑی۔ جس سے مسعود کو سخت شکت ہوئی لوٹ مار کے وقت ابن یمین کا دیوان بھی جو ان کے ساتھ تھا گم ہو گیا اس کا یہی ذکر ان کے کلام کے ضمن میں کیا جا گیا۔ بھاگڑ اور افزا تقری میں ابن یمین بھی دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور جب انکو معز الدین کے سامنے پیش کیا گیا تو چونکہ وہ انکا شہرہ پہلے ہی میں چکا تھا انہے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور یہ انہے کے ساتھ ہرات چلے گئے (مسعود کا انجام کار آگے تحریر کیا گیا ہے)</p>	
<p>ملک معز الدین حسین کرت ابن ملک غیاث الدین شاہان ہرات و غور میں سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے اس نے مسعود کے</p>	<p>ملک معز الدین حسین کرت</p>
<p>۱۲ لاشہ تک کوئی چالیس سال حکومت کی کسی شاخ نے اسکی وفات پر یہ رباہی تحریر کی ہے۔ ۱۲ میل گھوڑا۔</p>	

<p>مانند حسین کُرت در گور شود تاریخ وفات خسرو غور شود</p>	<p>آنرا کہ چہاں پراز روز و روز شود بر دال دعا چو بر زنی یک نقطہ</p>
<p>یہ بڑا متعجب تھا۔ علماء و شعرا کی قدر کرتا تھا۔ مختلف ممالک کے لوگ اسکے عدل انصاف کی شہرت سکر ہرات میں آگئے تھے۔ بقول صاحب روضۃ الصفا جنگ زادہ کے بعد سے ابن یمین کا تعلق معز الدین کے دیہار سے ہو گیا اور انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے پر حضور نبیؐ دیہار کی تقریب میں یہ قطعہ لکھ کر معز الدین کی خدمت میں پیش کیا۔</p>	
<p>آنحضرت اوی ساخت دیوان شکر نرداں با من است ناں چہ غم دارم چو طبع گوہر افشاں با من است گلشنے پر لالہ و نسیرین در جہاں با من است پر ز گوہر خاطر سے چون بھر عاں با من است خاطر فیاض میچوں ابر نیساں با من است سہل باشد چشمہ ساز آب جیواں با من است لیک از دردش نیندیشم چو دریاں با من است منتشر شد در جہاں طبع آشا خواں با من است حاصل عمرم ہما شد اندو آں با من است چوں عنایت کئے شامشاہ دودا با من است کز خبالت آنچه می گنجد در اماں با من است شہر یار عمہ در از جملہ اقراں با من است شاہد باش ابن یمین کا جزا دیوان با من است ورد من چاکر دعائے شاہ باجاں با من است</p>	<p>گر بہستان بستہ از دستم فلک دیوان من ور رہود از من زمانہ سلک در شاہیوا در ز شاخ گلبن فصلم گلے بر بود باد در تہی شد یک صدف از لولئے لالہ قطرہ چند از شاش کلمہ ارگم شد چہ شد اب شعر عذب من چون خاک اگر بباد رفت گر چہ آمد دل بدر از گشتن دیوان تلف ور شائے شاہ عالم ہجو صیت عدل او گر چہ دیوانے دگر ترتیب دائم کرد لیک بے عنایت گر بود گردوں دون با من چہ خسرو عادل معز الدین کہ گوید قہر آد منظم چاکر نوازی تا کہ اندر کُل حال آں بود کز حکم او گوید مرا آزادہ عمر شدہ در کامرانی تا ابد باد و۔۔۔</p>
<p>پروفیسر ریاض جہا کا یہ بیان جو انصوحی تذکرہ گل فصیحی خوانی سے لیا ہے کہ جنگ زادہ کے بعد ابن یمین نے اپنے وطن میزار سے قطعہ مذکورہ بالا معز الدین کے پاس بھیجا تھا صحیح نہیں ہے قطعہ کے اشار سے اور نیز دیا چو نوشتہ ابن یمین صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جنگ مذکور کے بعد ابن یمین بلکہ معز الدین</p>	

ہمراہ سپہ ہرات چلے گئے اور وہاں تین چار برس قیام ہے مہر الدین کی حج میں کئی قصیدے تحریر کئے اور ادا اہل شہد میں ہرات سے وطن واپس آئے۔

ہرات سے واپس آکر جب ابن یمین سرداروں کے دربار میں دوبارہ پہنچے ہیں تو اسوقت انکا قدیم سرپرست و جہل الدین

زندہ نہ تھا وہ دو سال قبل شہد میں ہانڈران پر چڑھائی کرتے وقت مارا جا چکا تھا اور مسعود کا لڑکا مرزا الطاف اللہ اور دو اور سردار تھوڑے تھوڑے دن حکومت کر کے رخصت ہو چکے تھے اور اب خواجہ علی بن شمس الدین سرداروں کے چھٹے فرمانروا کا دور دورہ تھا۔ اسکا زمانہ حکومت ۴۹۹ھ سے ۵۰۲ھ تک رہا ہے۔ پیشینہ حسن جو ری کا خلیفہ و جانشین تھا۔ اسکا نام علی بن شمس الدین اور لقب تاج اللہ ہے۔ جسقد قصیدے ابن یمین نے اسکی حج میں لکھے ہیں اور کبھی بادشاہ کی حج میں نہیں لکھے یہ بڑا منف و مشرع تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہانسو فاشہ عورتوں کو قتل کرانگے ایک کنوئیں میں ڈلوادیا تھا۔ طریقہ سخن مذہب شاعری سے جو شخص اختلاف کرتا تھا اسکو قتل کرا دیتا تھا۔ اسنے نقیب بندر کو جو اپنے تئیں سبج بن یوسف کی اولاد بتاتا تھا زہر ڈلوادیا۔ اسکے عہد میں شراب و بیگ کا استعمال تو کجا ہمارا اشعار میں بھی ان چیزوں کا ذکر کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن یمین نے ایک قصیدے کی تشبیب میں شراب کا ذکر کیا مگر ڈسکے مارے فوراً ہی معذرت کرنی پڑی۔ فرماتے ہیں۔

عید آمد و نگار بدہ جام خوشگوار بگشت ماہ روزہ غنیمت شاعر نے نے۔ نفوذ بانگہ۔ ازین کار فارغ تشبیب بقصیدہ برائیں شاعر کایں بندہ بدتے است کرین جرم ثابت خاصہ کنوں کہ امیر شہنشاہ عہد شد	کر جام خوشگوار شود کار چون نگار زیرا کہ مہبت نوبت میں نیز برگزار ساغر بدست من لے ترک میگسار کردم بہ سے و گرنہ گوامبت کردگار ازناہ اختیار نہ از راہ اضطرار بانہی کردگار و دریں باب دستیار
---	---

مخبر اور قصائد کے ابن یمین نے خواجہ علی کی شادی پر ایک قصیدہ لکھا ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔

لے جوج بن یوسف شہر ظالم گزرا ہے۔۔۔ عبدالملک بن مروان خاندان بنی امیہ کے باغوس غلطہ کا رہنے والا تھا سنیہ میں
بن زبیر کے مقابلے میں اسنے کچھ پرزائی کرکے خانہ کعبہ میں آگ لگا دی تھی۔ خاندان رسالت کے ساتھ تھی جسکی طرف اللہ کی طرف سے
میں پیدا ہوا اور شہد میں ہرا۔ کم از کم ایک لاکھ میں ہزار آدمیوں کا خون اسکی گردن پہنچا ہے ۱۲

<p>بہ فرخی و سعادت بہ من رسید خبر بہ ننگاہ سلیمان روزگار گزر</p>	<p>نئے جسدے شبے کز دم نسیم مسحر حجبتہ مند لبتیس عہد را افتاد</p>
<p>خواجہ علی کے عہد میں سرداروں کی فوت پھر عود کر آئی تھی اور خراسان کے مختلف مقامات پر اسنے اپنا تسلط کر لیا تھا ایک دفعہ کسی ہم سے واپسی کے وقت ابن یمین نے اسکی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔</p>	
<p>یا ز بان ارم یا باغ رضواں میرسد بر مراد دوستان رایات سلطان میرسد</p>	<p>یا رب این حرم سیرم از عالم جاں میرسد یا بشارت میدہد کز آفت گلہ دشمنان</p>
<p>ایک مرتبہ کسی جنگ سے واپسی کے وقت خواجہ علی کا گزر ابن یمین کے مکان پر ہوا اس تقریب میں فرماتے ہیں۔</p>	
<p>بر در کلب من کرد بصد لطف گزار لاستی نقش طراز مہ از فتح و ظفر ناکشہ کشور احد اش مہ زیر وزبیر</p>	<p>دوش بے سیخ خبر کو کلب باویسحر گفت من پیشروم - میرسد کنون لیم رایت شاہ جہاں داور دارائے جہاں</p>
<p>ابن یمین کے کلام سے ظاہر ہے کہ خواجہ علی پر دوسرے کام محدودین سے زیادہ ہر بات تھا اسکے محل کی تعریف میں فرماتے ہیں۔</p>	
<p>چو خلد جاوداں این رابے خوشتر ازانی</p>	<p>بیا تا عشرت آباد چو خلد جاوداں بینی</p>
<p>خواجہ کی تہمیر کردہ جامع مسجد کی توصیف میں کہتے ہیں۔</p>	
<p>وز بلندی مرز میں را آسمانے دیگر است وندراں فوارہ مانند حوض کوثر است</p>	<p>جذب اطافینکہ جفت این رواق خضر است مسجد جامع ہی خواندش حاجت است</p>
<p>بادشاہ نے صبح کے وقت یاد کیا ہے کیا خوشی خوشی لگناتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔</p>	
<p>دیدن علی الصباح رخ و گلشائے تو کردہ است التفات بہ من بندہ را کے تو</p>	<p>میںوں بود چہ طلعت فرخ لگائے تو من خود کیم - چہ مرتبہ ارم کہ از کرم</p>
<p>باوجود ان تمام خصوصیات کے پر بھی ابن یمین مرحمت سلطانی کے مستعدی اور ترقی کے خواستگار ہیں۔</p>	

<p>کر و در شگفتند عالی و دانی ز جاہی نہ مالی نہ آبی نہ نانی</p>	<p>سزا چنان طبع چون آب و آتش حیران جہاں صبح بہرہ نباشد</p>
<p>اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن عیینہ اس زمانے میں بھی تیسری و چوتھی نہ تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ خواجہ علی بن شمس الدین بہت ہی خلیل سخت گیر اور بے مروت تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے ایک عہدہ دار حیدر صاحب نے جسے سپرد و صول مالگزاری کا کام تھا اسکی جبر و زیادتی و بد زبانی سے عینت آرزو شدہ میں اسے قتل کر دیا۔ - تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ کسی شاعر نے اسوقت حیدر صاحب کی مدح میں یہ شعر کہا تھا۔</p>	
<p>لے کر وہ استخف تو کار روزگار</p>	<p>لے در بند حیدر کرار روزگار</p>
<p>ابن عیینہ نے بھی بجائے اسکے کہ اپنے مربی و سرپرست کے ناگہانی قتل پر کوئی مرتیہ لکھتے حیدر قسانی کی بیٹا اسطرح ٹھوکی۔</p>	
<p>آمد از تنغ تو آب ملک را برو کار دست تقدیرش نہاد از جحوت ناچار یا تامل و برگشت از بہر گنجش همچو مار</p>	<p>آفریں باد آفریں لے حیدر جبر گزار مدتے بر خوشین خست نہ خستت همچو گل دشمنت چون حرص و آرزو تا غالب همچو مار</p>
<p>علی شمس الدین مرچاگر اسکی خست کا تذکرہ ابھی تک چلا جا رہا ہے۔ ابن عیینہ نائب گویا دیکھی دیر ہے ہیں۔</p>	
<p>بجز نزاع کہ با اہل فضل درناں کرد پر شیر نایب دیوان بعینہ آں کرد ضرورتش سفر سے باید از خراساں کرد</p>	<p>چہ کردہ بود ز خست علی شمس الدین جہاں مضائقہ درناں کہ با من او کرے اگر تو ابن عیینہ را وظیفہ می ندہی</p>
<p>نظاہر اگرچہ ابن عیینہ جیسے اخلاق مجسم بزرگی کی تصویر گنج نہایت سیاہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دشمن و سرپرست کے قاتل کی داد دے رہے ہیں کہ واہ پیچھے خوب ہاتھ مارا کہ قسمہ لگا نہیں رداؤ مرتبہ کے بعد ہی اسکو نکل و تکر و غیرہ عیوب سے یاد کر رہے ہیں مگر جو شخص اس زمانہ کی حالت پر نظر ڈالے گا وہ</p>	
<p>سلہ عالی ودانی - اعلیٰ ودانی ۱۲ تہ کیا مجسمہ ہے کہ عامری سرسندی نے اسی شعر سے اپنے شعر کا عنوان لیا ہے "شان عینہ در جمعی نکل" نام تو در بند کہ کا نہ وقتاً لے پریر - پریروں ۱۳</p>	

ابن یمن کو مدد بھیجا۔ اس وقت حصول سلطنت کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تھا کہ بادشاہ وقت کو قتل کر کے بادشاہ بنے تھے اسی صورت میں اگر کوئی شخص موتی و مقبول بادشاہ کے سوگ میں بہنہا رہتا اور غائب نہ ہو تو بادشاہ کا خیر مقدم نہ کرتا تو خود بھی اسکے پائی پہنچا۔ علی الخصوص ابن یمن جیسے مشہور قصیدہ گو و قصیدہ گر کے لیے یہ غیر ممکن تھا کہ وہ ہتھیار زباں بریدہ کئے نشہ صم و کیم پر عمل کر کے اپنی اور اپنے عیال و اطفال کی جان خطرہ میں ڈالتے یا تن بہ تقدیر اپنے متعلقین کو غارتگروں کے حوالے کر کے جلا وطنی اختیار کر لیتے حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ ہمارے پروردگار حضرت سعدی کا تھا کہ وہ اس قسم کے ڈاکو اور فرقاؤں سے ہمیشہ کھٹکتے ہی رہے اور جب کسی نے قصیدہ مدحیہ کی فرمائش کی تو کھری کھری سنا دیا کہ بٹیا اگر تمہارے باوانے نصیحت نہیں کی تو اب چھاپے سن لو۔

جہاں سے لار عادل اعمیٰ نو	سپہدار عراق و ترک و دہلیم
چنیں پنڈاز پدہ نشیندہ باشی	الاگر پو شیار بشتو از عم

اسکے بعد اس میں اس ملائے والے مصاحبوں پر پھینکی گئی۔

اگر موم ہیں بالا و ریشند	بہ نیزہ نیزہ بر بست است پرچم
--------------------------	------------------------------

یعنی اگر اسی قدر قناعت اور ڈاڑھیوں کا نام آدمی ہے تو یہ آدمی تو نہیں بلکہ ایک ایک نیزے میں ایک ایک جھنڈی بندھی ہوئی ہے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ :-

چو زبانت کرم کرد و مخصوص	چنان ذی در میان خلق و عالم
کہ گرفتے مکان بادشاہیت	نباشد چنان باشی مکر م
مقامات از دو بیرونیت فردا	بہشت جاودانی یا جسم

تخریب ہم اپنے سلسلہ بیان کو شروع کرتے ہیں۔ خواجہ علی بن شمس الدین کے بعد نظام الدین نے نظام الدین کے کراچی سرداروں کا ساتواں بادشاہ ۳۰۰ء میں تخت سلطنت پر بیٹھ کر اور ابن یمن نے نہایت خذہ پٹیاں سے اس کا خیر مقدم کیا اور مختلف

ملہ انیما نو۔ ایک تازی سردار تھا جو ہلاکو خان کی جانب سے عراق و ترکستان و دہلیم کا گورنر تھا اور
تھے کراہ پاکو اس سبزو ارکا ایک گاؤں سے (دولت شاہ)

اوقات میں انکی مدد میں قصیدے لکھے۔ اس زمانہ میں طغیا تیمور خان حاکم ماثر ذراں و گرگان کی قوت برائے نام برگی تھی اور سردار انکی اطاعت کا جو اپنے گدھ سے پکنا چاہتے تھے چنانچہ بھیجی کرانی نے بظاہر اطاعت کے لئے اور باطن طغیا تیمور خان کا خاتمہ کر دینے کے لئے سزاہ میں مکرگان جانے کا ارادہ کیا۔ ابن ہیمان کو طغیا تیمور خان کے پاس آئے ہوئے بارہ برس ہو گئے تھے اسوقت انکو اپنے قدیم مہدج کے دیکھنے کا اشتیاق موجزن ہوا اور ان دونوں بادشاہوں کے اتحاد سے انکو بڑی بڑی امیدیں بندھیں۔ چنانچہ اپنے قدیم خداوند نعمت کو دیکھنے کی تمنا میں بھیجے کرانی سے یہ درخواست کی کہ وہ انکو بھی اپنے ہمراہ لے چلے۔

یارب چه موجب است که دستورش نشان روز سے نہ پرسد از سر شفاق و رحمت چونی در چہ کار و دریں موسم از چہ خاست برائے شاه اگر نہ کنی حال بنده عرض	والا نظام دولت و دین اصف زمان مولائے خورشید ابن ہیمان کہ اے فلاں عزم تو زیں جہاں بہ جناب خدایگان زودا کہ بر فلک رسد نالہ و نفاں
---	--

یہ بھیجے نے ابن ہیمان کی درخواست منظوری اور ان کو اپنے ساتھ گرگان لے گیا رستے میں ابن ہیمان نے دونوں بادشاہوں کے اتحاد و ارتباط کی تقریر میں کئی قصیدے نظم کئے۔ یہ بھیجے گرگان پہنچا طغیا تیمور خان کا ہوا ایک دربار میں ابن ہیمان متضرع تھے کہ قصیدے پڑھ کر دو دو تھوڑے سے انعام سمیٹیں گے۔ محفل صبر و شاکم تھی۔ دسترخوان بچھا یا جارہا تھا۔ رکابیاں جینی جاری تھیں کہ عین جلے میں بھیجے اور اسکے ہمراہیوں نے طغیا تیمور خان کا کام تام کر دیا۔ اسوقت ابن ہیمان کے دل پر جو کچھ گزرا ہوگا اور جملہ انخی امیدوں کا خون ہوا ہوگا اسکا اندازہ ایک قصیدہ گزرا ہے ہی خوب کر سکتا ہے۔ ابن ہیمان چند ساعت قبل طغیا تیمور کے واسطے دعا گاہات ابدی مانگ رہے تھے اب یہ بھیجے کی کامیابی اور طغیا تیمور کے قتل پر خدا کا شکر کرتے ہیں۔

کار ملک و دین بچھو اللہ نظام از سر گرفت سرو گردن کسان عیسیٰ کہ چو الیا سر حضرت آنچہ چوں بہر سکار آورد پا اندر رکاب	مصطفیٰ اطعمی کشا و در تفسیٰ خیر گرفت از مدد گاری ایزد ملک بحر و بر گرفت شہر یار با سپاہ و تحت با افسر گرفت
--	--

ابھی بھیجے کرانی کے شکار کی پوری تعریف میں ہوئی اسلئے پھر فرماتے ہیں۔

بریکے از شہاں بد وقت شکار شاہ چیلے چو عزم صید کنست	صید دیگر کسند بہ قوت بخت شہر یاریاں ربا بد از سر بخت
ہم ابن ہمین کی اس ہذو روانہ کج کا سببا دیر لکھ چلے ہیں مگر اس زمانہ کے بادشاہوں کا مشغلہ شکار بھی داد طلب ہے۔ ۶۷۶ء میں آخری چیلے شکاری بھی اپنے ملازموں کا شکار ہوا۔	
خواجه نجم الدین علی موید	یہ چیلے کراچی کے قتل کے بعد دس سال تک کئی اور سردار سلطان حیدر مر قصاب۔ لطف اللہ وغیرہ تھوڑے تھوڑے دن
عمران ہے جنی بیج میں ابن ہمین نے ایک آدھ قصیدہ لکھا ہے مگر تعداد میں وہ قصائد اس قدر کم ہیں کہ گویا بیخ چہ سال ابن ہمین خاموش ہی رہے۔ البتہ سرداروں کے آخری تاجدار خواجہ نجم الدین حلی موید کی قواعد انھوں نے قصائد سے خوب کی۔ اسکا عہد حکومت ۶۷۶ء ہجری ۶۷۶ء تک رہا۔ ابن ہمین اسکے زمانہ میں کوئی تین سال زندہ رہے۔ اسکی بیج میں ایک ترکیب بند اور کئی قصیدے موجود ہیں۔ ترکیب بند کا پہلا بند اس شعر ختم ہوتا ہے۔	
بارو دیگر شد جہاں از صنغ رب العالمین	ہم جو بزم خسرو افاق نجم ملک و دین
ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے	
قطب ملک و قدوہ شادان روزگار	فرزانہ نجم ملت و دین شاہ سبز و ار
سیر و سیاحت	ابن ہمین کی سیر و سیاحت زیادہ تر حصول حاشیہ کے ضمن میں تھی جسکے لئے امر و مسالین کے ہمراہ وہ ملکوں ملکوں پھرے مگر سفر اٹخے واسطے کبھی سید لطف نہ ہوا اور مافدان امر کی شکایت ہر جگہ اٹخے ساتھ تھی۔ فرماتے ہیں۔
خود گرفتیم کہ نمودی ید مضیبا یہ سخن	انطق عینے چرگنی دور خراں استاموز
اُس زمانے کے خرد و باغ چھوٹے چھوٹے امیر بھی یہ امید رکھتے تھے کہ شاعران کو آسمان پر بٹھادیں۔ حالات کی قصوریاں ہمیں نے ان الفاظ میں لکھی ہیں۔	
دھسکا و ناکہ است کہ راضی نمی شود آخرو زیر ما چہ نوسم کہ ہرگز یہ منصب بدایں رسید کہ انوں گدا کے شہر	کہہ کر کہ صدر عظم نو میبش دارد طبع کہ صاحب عظم نو میبش نہیں ہندوار ز شاہ جہاں کم نو میبش

اس امر کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن مہین کس وقت کہاں گئے تاہم آثار معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ ہجری میں انہوں نے شہد مقدس رضویہ کی زیارت کی تھی۔ لیکن میں جو جان بھی گئے تھے اس وقت میں جو خاں اور وہاں سے ہرات گئے۔ ادا اٹل شہنشاہ ہجری میں ہرات سے جبل اچاٹ ہوا تو وطن کی یاد میں یہ یہ اشعار کہے۔

اے صبا گر بودت سوئے خراساں گزے	بہ از حال ل من سوئے جانان خبرے
چشم زخم خلکی بود و گزند چہ روئے	درہ افتاد مرانا گہ از نیاں سفرے

جب اپنی سفر کا مصمم ارادہ ہو گیا تو فرماتے ہیں۔

این محم بار دیگر گزیم خراساں کردہ	روئے چوں طبل شیدا بہ گلستاں کردہ
بودہ یعقوب صفت ساکن بیت لاجران	این زماں روئے سوئے یوسف کنعاں کردہ

آخر اپنے وطن سبز وادیں اپس آئے گئے۔ ۳۵۳ھ میں دلازہ گرگان گئے اور ماژندران، اذربائیجان، عراق اور بعض دوسرے مقامات کا بھی سفر کیا۔ وہ خود اپنی سیاحت کو بحر و بر تک وسعت دیتے ہیں۔

دے از پئے ہوا و ہوس	عصر بھر دبر بہ پیسودم
---------------------	-----------------------

نہ معلوم کس ضرورت نے مجبور کیا کہ بڑا پیسے میں ہی انکو گھر سے نکلنا پڑا۔

فلک سرگشته کرد ابن یحیٰ را	نگدش درہ ایوار و شبگیر
و گرنہ او کہ و شبگیر و ایوار	ضعیفے ناتوانے مرد کے پیر
سفر کردن نہ کار اوست چوں او	گرفت انکوں بساں کو دکاں شیر

ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عراق ہی گئے تھے لیکن صحت کیساتھ یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ کب اور کس کے زمانہ میں گئے۔ اشتیاق بغداد سعدی کے دو مصرعوں کو تعین کر کے فرماتے ہیں۔

چکن ملک خراساں چکن محنت خاں	وقت آنت کہ پرخی خبر از بغدادم
گرچہ آیں مولد و فشاانت و سعوی گفتا	نواں مرد بسنجی کہ من اینجا زادم

۱۷۰۰ء کے محب ذیل شاعر کے مصرعے تعین کئے گئے ہیں۔

دل از صحبت شیراز بہ کل گرفت
سعدیا جب وطن گرچہ خیدا است صحیح
وقت آنت کہ پرخی خبر از بغدادم
نواں مرد بسنجی کہ من اینجا زادم

اسی بحر میں ایک اور قطعہ بھی موجود ہے جس ختم سفر پر اظہار دست کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر میں انخے پاؤں میں ضرب آگئی تھی۔

این منسم باز کہ در بلخ بہشت افدام این بخواب است کہ می بنم اگر سیداری دیگر از نشدے حق کہ تو آنستے خات	وز سفر کا ان بحقیقت سقراست آرام کہ پس آں ہمہ اندوہ جنس دلشادوم آن خیاں سخت کہ ناگاہ زبا افدام
--	---

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چلنے پھرنے سے بھی کچھ دن معذور تھے نظا و الدین نامی کسی شخص کی وجہ میں کہتے ہیں۔

عرضہ دارم کہ چیاں دولت چرا محروم تا کہ خود گناہ است سے ہم ندادار ہوا	عیمال و اطفال
کے معاملہ میں شہرت تھی۔ اسپر وہ فخر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی فخر دیا۔	کے عیمال سے محفوظ رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اے برادرش نواز من تا توانی زن نخوا گر چه تزویج است سنت لیک گرداری خرد	گر سہمی خواہد دلت کہ زندگانی بر خوری اند میں رہ فرض کن از دین عیبی برتری
ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔	

مرد باید کہ کند میل نہ ہرگز بہ دو چسب زن نخواہد اگر شش دختر قیصر دہند	تا ہمہ عمر بہ دنیا سلامت باشد وام نگردد اگرش وعدہ قیامت باشد
با وجود گریز پائی کے آخر ان کو بھی ابن خبیر میں چھینا پڑا اور غالباً بڑا پے میں کہ بار اطفال سے بڑا میں گئے۔	

بہرادر وقت پیری بار اطفال اھا انا فی العروبتہ ذوعیال	نہ در حق بود حقاً ثم حقاً یلاق النظر دقا کوشدقا
ابن عیال کے کلام سے ثابت ہے کہ انکے تین چار فرزند تھے مگر انکو انکے مرنے جینی کی کچھ پروا نہ تھی البتہ اپنے فرزند ان روحانی کی دعائے درازی عمر کرتے تھے۔	

لے اس عالم غربت میں بال بچوں کے بوجھنے میری کمزوری اور بڑی مسیح تو بڑی ۱۲

از حیات و موت شان بر گزینہ نگینم نہ شاد تا قیامت عسر فرزندان روحانیم باد	اگرچہ فرزندان جہانی سہ چارم بہت لیک منمت ایزد را کہ فرزندان روحانیم بہت
ان میں چار لڑکوں میں ایک لڑکا بڑا قابل شاعر بھی نظر آتا ہے جسے وہ اپنا سچا جانشین بیان کرتے ہیں	
داند خرد کہ مرتبہ بہت ہی تراست چون آفتاب ملک سخن مشتری تراست پانہ دریں بساط کون سروری تراست داند یقین کہ مرتبہ شاعری تراست محموب باش عاقبت عنصری تراست	فرزند نوز دیدہ من انکہ در سخن موز شہد در نظم تو در گوش میکند بندان نظم و نثر کرا بود پیشتر الکس کہ از معانی و الفاظ و آفتاب ابن یمین ترا چہ نظر میکند بہ چہر
گرچہ بھی وہ اپنے فرزندان روحانی ہی کی خیر مناتے ہیں اور ان بچوں سے خوش نظر نہیں آتے	
کہ حوراشاں سرور داست از خون نیکو عراق آورده زیر حکم و اقلیم خراساں ہم ولے من فارغم ز شایان زمین نیز ایشان ہم کز ایشان زرد ہستم دلگاہ رویت نیکو	بجہ اللہ مرا بہتند فرزندان روحانی سلسرور جہاں گسیری چو شاہ احترام قدر سہ چارم نیز ہم بہتند فرزندان جہانی ز فرزندان جہانی چہ دارم چشم جمعیت
بعض قطععات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بال بچوں کی پرورش کا نہ کچھ خیال تھا اور نہ انکے واسطے پرورش کرنے کی کچھ فکر مثلاً	
اسلاف دارم ہرہ ایشان محب داست جامہ سفید کرد و درار و مسود است	ابن یمین محمور عسب اخلاف بہر آنکہ گا ز رہ باش کرئیے تر زمین دیگرے
قطع نظر امور معاش کے مسائل شرافت میں بھی وہ اولاد کا خیال کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔	
چور قسم از آخن چہ ننگ و چہ عار کہ ماند زمین در جہاں یادگار چو من دامن افشاندہ ام زمین عبار	مرا نام اگر نیک اگو بد بود کسے را بود مخسر و عار ار بود پس از من جہاں ہر چہ خواہد رواست
بچوں کی پرورش کے متعلق وہ خدا پر اس حد تک بھروسہ کرتے ہیں۔	
کہ خدا این و آتش می ند ہد	عم فرزند خوردن از جہل است

<p>می تو انت جانش می ندہد نکند آنخه نانش می ندہد</p>	<p>گردگایے کہ آفسرید او ما از کمال و کرم چو جانش داد</p>
<p>با وجود اس بے اعتنائی کے وہ لڑکے کی جدائی میں بے قرار بھی ہوتے ہیں جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ انکا دل اس محبت سے جو باپ کو بیٹے سے فطرتاً ہوتی ہے خالی نہ تھا۔</p>	
<p>فرزند دل افروز من لے بد سیرا القولا علی وجهه آبی بیان بصیرا</p>	<p>چشم پدر از فرقت روتے تو سفید است پیر این خود تھے فرست لے سر و گو</p>
<p>دولت شاہ سلسلہ مخبری میں لکھتے ہیں کہ انہی اولاد اب تک فریوہل میں موجود ہے یعنی ابن یمین کی وفات کے سوہو برس بعد تک انہی اولاد و احاد کا پتہ تھا مگر شہید یا سہمی شہیدہ فرمائیں کہ فریوہل میں اب کوئی اثر انار بن یمین کا نہیں ہے۔ بطور نتیجہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولاد کے بارے میں ابن یمین کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور انکے فرزندان روحانی کی بدولت یورپ و ایشیا میں اب تک ابن یمین کے نام لیا موجود ہیں اور اسی حقیقی اولاد کا طفیل ہے کہ ہم پونے چھ سو برس کے بعد بھی ابن یمین کو دعائے خیر سے یاد کر رہے ہیں۔ ذوق نے صحیح کہا ہے۔</p>	
<p>رتبا سخن سے نام قیامت تلک ہو ذوق اولاد سے تو ہے ہی دولت چارپشت</p>	
<p>واقعات اور ابن یمین کے کلام سے ثابت ہے کہ انکا آبائی مذہب شیوہانا تھا اور شیخ حسن جوہری سے جو ان کو عقیدت و ارادت تھی اس سے ان کو اور بھی مستشرق حاصل ہو گئی تھی مگر انکے کلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ مستحب نہ تھے۔ ایک کی روایت میں دوسرے کو برا کہنا طاقت سمجھتے تھے اور گزشتہ واقعات بیان کر کے آپس میں تو تو میں میں کرنا برآ جا تھے</p>	<p>مذہب طریق</p>
<p>بہمن این شکلات آسان است میکند جنگ سخت نادان است</p>	<p>من ذارم منازعت با کس ہر کہ بازندہ از یے مرده</p>
<p>ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں کہ میں تو رسول اللہ کا پیرو ہوں بچنے چاروں خلفاء کو پیرو تھے۔</p>	
<p>لے یہ سورہ بوسف کی آیت ہے۔ جب برادران بوسف حضرت بوسف کی نصیحت لیکر کنعان کی طرف چلے حضرت بوسف نے ان سے کہا اسکو میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دنیا ہو جائے گا۔ ۱۲</p>	

من پروا نکسم با حلاق	کاشیاں ہمہ پروان اومیند
بعض مضا میں ایسے بھی دیکھنے میں آئے جن سے انکا ذہل بل یقین ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر اس قسم کے مضا بڑے بڑے صوفیوں کے کلام میں موجود ہیں۔ بہشت و دوزخ اور عذاب و ثواب کے متعلق فرماتے ہیں۔	
مگر اراز و وزخ نظر بر جنت الماوی مدار	زانہ حاصل زین دو منزل انظار شریعت
عمر باقی خواہ یعنی نام نیک ابن یحییٰ	کایں دوروزہ عمر خانی سمار شریعت
مسئلہ تقدیر و تدبیر پر ایک قطعہ جو اچھے محاکم میں لکھا ہے اور جیکسا پہلا شعر یہ ہے۔	
خدا نیکہ نیاد ہستیت داد	بروزالت اندرانگدخت
ہلکے شہید یا ایسی اس کی بنا پر ابن یحییٰ کو ضعیف الاعتقاد قرار دیتے ہیں۔ ایک قطعہ میں ابن یحییٰ استہادہ قبور کے بھی مخالف نظر آ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔	
گنہم روم زیارت پیشنان گنہم	باشد کہ راحے رسد از روح شامین
عقل کشنو دو گفت کہ تنشیر سچا خوش	و نذر خطر بہر زہ میند از جان تن
آخر زانیدنگاں بہ چہ خلعت رسید	ناگسترند در قدیمت مروگاں کفن
اخلاق و صدا	ابن یحییٰ نے تمام عمر بڑے بڑے لوگوں میں شہرت و بر خات رکھی انکا مرتبہ بوجہ خدمت اشتیقا و مصاحبت و رزاق و مسلمانین و نیز بوجہ علم و فضل و شرافت خاندانی بہت بلند تھا۔ و بذاتہ نہایت خلیق اور صفات پسندیدہ سے متصف تھے انکا اخلاق اس درجہ تھا کہ دوسری جہتی خوبیاں ہیں وہ سب اسی ایک درخت کی شاخیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ تمام تذکرہ نویسوں نے انکو عارفین کا مل اور اکابر صوفیہ سے مانا ہے اگرچہ زوریات زمانہ نے انکو ہمیشہ سرگشتہ و پریشان رکھا مگر گوشہ نشینی و تنہائی پسندی انکی طبیعت کا جزو تھی۔ اسی وجہ سے وہ وقت بہت کم جو عبادت کی ایک شکل ہے اور جس میں خدا پر بہت زائد توکل کرنا پڑتا ہے سب کاموں پر ترجیح دیتے تھے تقریباً چالیس سال کے بعد انہوں نے اخلاقی نظیوں لکھنا شروع کیں اور اپنے مہوطنوں کی سعادت و ارباب کی بوضیعت مناسب معلوم ہوئی وہ موثر پیرایہ میں اختصار کے ساتھ قطعہ کی صورت میں لکھ کر پیش کر دی طویل طویل عمر میں زمانہ کے جو کچھ سرور و گرمیوں نے چلے اور طوائف الملوک کی سبب سے جو تجربات ان کو حاصل ہوئے ان سے بہت اچھے اچھے نتیجے انہوں نے نکالے۔ صفات انسانی کا انہوں نے بڑی گہری نظر سے

مطالعہ کیا تھا۔ اسلئے فلسفہ و حکمت کے مضامین مختلف پیلوؤں سے بیان کئے ہیں اور ہر سہ کی مختلف نوعیتیں مدنظر رکھ کر کبھی کسی پیلو پر اور کبھی کسی پر بحث کی ہے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب تک خود کو فی شخص اوصاف حمیدہ نہ رکھتا ہو۔ دوسروں کو نصیحت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ابن یمن عمدہ صفات کا ایک نمونہ ہے۔ جسکی وجہ سے عام و خاص سے گزر کر امرا و سلاطین ہی انکی عزت کرتے تھے انکی سخاوت و فیاضی درجہ اسراف تک پہنچی ہوئی تھی انکا دسترخوان مہانوں کے لئے ہر وقت بچھا ہوا تھا۔ انیاس پر وہ قانع اور مصائب پر شاکر رہتے تھے۔

بیر مایا اور وفا ہم شروع میں لکھا ہے کہ ابن یمن کی عمر کوئی اسی اکیاسی برس کی ہوئی انکے کلام سے یہ واضح ہے کہ آخر عمر میں وہ نہایت کمزور ہو گئے تھے انکی غذا بجز دو دو حصے اور کچھ نہ تھی۔ ان کا قد جھک کر کمان ہو گیا تھا اور لکڑی کے سہارے سے چلا کرتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

کماں آسا شد این قد چو تیرم	ز بس کز گردش گیتی خورم کوب
کنوں پشتم بہ جسم در کف عصا	کمانے را تہی نامم زہ از یوجب

آخر شبند کے روز آہو میں جمادی الاول ۴۹۹ ہجری کو وہ وقت آیا کہ یہ یوں لالمر زنگ رات کو نماز میں مصروف ہوئے اور صبح کے وقت جب لوگ انکے حجرے میں گئے تو دیکھا کہ جانا زنجھی رہے اور ابن یمن موت کی نیند سو رہے ہیں اور سامنے یہ رباعی لکھی ہوئی رکھی ہے۔

منگر کہ دل ابن یمن پر خون شد	بگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف کف و چشم برہ روئے بدو	ایک اجل خندہ زناں بیرون شد

اگرچہ دولت شاہ سمرقندی کی تقلید میں رضا قلی خاں ہدایت صاحب صحیح الفضا و قاضی نور اللہ شہرستانی غیر ابن یمن کا سارا و فوات ۴۹۹ ہجری لکھا ہے لیکن حقیقت کے خلاف ہے اسکے بہت بعد کے تصادف و قطعاً انکی کئی کمیات میں موجود ہیں۔ البتہ تاریخ منجر الواصلین و تذکرہ مجلس نصیری (تالیف شدہ ۴۹۹ ہجری) وغیرہ بعض کتابوں میں حسب ذیل قطعہ تاریخ و فوات درج ہے جس سے ۴۹۹ سال و فوات ثابت ہے اور یہی صحیح ہے۔

بود از تاریخ ہجرت بمقتدا بصفت نہ	رور شبند ہشتم ماہ جماد الاخرین
گفت رضوان حور ما بر خیر و استقبال	خیمہ بر صحرائے جنت می زند ابن یمن

ابن میمن کا کلام

نثر و نظم

الف نثر

قبل اسکے کہ ہم ابن میمن کے کلام نظم کے متعلق بحث کریں یہ مناسب لوم تو رہا ہے کہ انجی نثر کی نسبت چند سطریں تحریر کر دیں۔ ویساچہ کلیات ابن میمن کا چیدہ چیدہ حصہ جو ہم نے لکھا اس میں ابن میمن کے ضمن میں کہیں کہیں نقل کر دیا ہے اس سے یہ ثابت ہے باوجود قافیہ کی پابندی کے ابن میمن نہایت خوبی کیساتھ اپنے خیالات نثر میں ادا کرتے ہیں اور غالباً بجز ویساچہ کلیات اور کوئی نمونہ ابن میمن کے کلام نثر کا موجود نہیں ہے۔ یہ ویساچہ حکیم مولوی سید ظفر حسین صاحب حنفیہ دارالترجمہ حیدرآباد دکن کے پاس ہے جن کو تصنیفات و تالیفات قدیمہ سے ایک خاص دلچسپی ہے اس فقیر نے کچھ سچا ہے۔ اسکی تعداد صفحات معمولی تقطیع پر (۶) ہے یعنی کوئی (۱۲۰) سطریں۔ اس ویساچے کی اقتراح یعنی حمد و نعت عام مضمون کے طریق پر ابن میمن نے بھی مقفے عربی سے کی ہے۔ پھر چھ رسالت سطروں کے بعد مقفے و سجع فارسی میں اظہار مطلب کیا ہے۔ باعتبار مضامین یہ ویساچہ مجموعی شکل ہے۔

(۱) حروف نعت

- (۲) ابن میمن کا شوق حصول علم
- (۳) ابن میمن کے آبا و اجداد کے مشاغل
- (۴) ابن میمن کے ترک ملازمت کے وجوہ
- (۵) ابن میمن کی طبیعت کی سہر گیری و حصول فیضان صحبت و فضیلت سخن
- (۶) علم کی وجہ سے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا
- (۷) اقسام سخن۔ نظم و نثر کا مقابلہ۔ جواز شعر

(۸۱) دیوان کا گم ہونا اور دوبارہ اسکی ترتیب۔

ذکورہ بالا حصوں میں سے بجز نمبر (۱) کے نمبر (۲) تا نمبر (۵) کا اقتباس ہم سوانح میں کر چکے ہیں نمبر ۱ میں ایک ایسی بحث ہے جسکی نقل ہمارے موضوع کے اعتبار سے کچھ زیادہ دلچسپ نہ ہوگی اسلئے نظر انداز کیجاتی ہے نمبر ۲ میں ہم صرف اسی قدر یہاں نقل کرتے ہیں جس سے ابن یمین کی نثر نویسی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”چوں حال نظروں تو تیرین حمد است کہ شمر تقریر افتاد۔ واکثر اصحاب سمانی را با شعر موانستے و با شعر
 ”پوس مجالتھے بہت۔ ابن یمین نیز از دشمنو عاظم از فضائل آن غافل نبود و بہ وقت بقا
 ”لو کہ سلاطین امثلہ بر رقم قلم مرقوم می گردانید و الحاق و الحاق خداوندان و دوستان در کتابت مکتوبات
 ”در رسائل بر اسفان می رسانید و با محادیم و احباب ابواب مراسلات و مخاطبات کشادہ می داشت و سوا
 ”بعضے از ان باخرا این ذکر بر بیان درتے چند خواهد داشت اچنانا و امتحاناً للسنوس لا لا و را
 ”العلوم و الملبوس بیتہ گفتہ می باشد“

عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ ابن یمین کبھی کبھی نظم لکھا کرتے تھے اور شاعری بہت کم کا میاں
 یعنی جب کبھی انکا دل چاہتا تھا یا یوں کہو کہ جب ضروریات زندگی ان کو مجبور کرتے تھے مگر نثر لکھنے کا
 ان کو بہت اتفاق ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ سلاطین و شاکان وقت کے حکم سے سرکاری تحریرات لکھا کرتے
 نیز دوستوں، امیروں، عمدہ داروں، اور بڑے بڑے لوگوں سے انکی خط و کتابت و مراسلت راکرتی
 تھی اور مکتوبات و رسائل بھی لکھتے تھے خود اس عبارت میں انہوں نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آخر میں
 وہ خطوط و عنینہ کا کچھ نمونہ پیش کریں گے۔ مگر انہوں نے یہ کہ یا تو وہ لکھا ہی نہیں گیا یا لکھا تھا
 اور گم ہو گیا ہے (مشرشید یا لسنی نے بھی اسکا ذکر کیا ہے کہ کلیات موجودہ طہران میں پہلی بن یمین
 کی وہ نثر جسکا انھوں نے دیا ہے میں وعدہ کیا ہے موجود نہیں ہے۔

۱۱۔ الخاف۔ توفیق۔ ص ۱۲

۱۲۔ اسفان۔ بیگمیں پورے طور سے ۱۲

۱۳۔ محادیم۔ جمع محادیم ۱۲

۱۴۔ مخاطبات۔ جمع مخاطبہ۔ ہر دو خطوط ۱۲

۱۵۔ افس فضیلت کے دو معنی ہو سکتے ہیں اگر لاء کے معنی نہ کہ لیں تو یہ معنی ہوئے اتفاقاً و امتحاناً جب کبھی لاء اتفاقاً ہوا تو یہ کہ لکھا گیا
 اچھے کے لئے نظر ہی لکھا گیا تھا اور اگر لاء کے معنی لکھ لیں تو یہ معنی ہوئے اتفاقاً و امتحاناً طبیعت نے شوق سے نہیں بلکہ عرواں و
 لباس طلب کرنے کے لئے نظر ہی لکھا لیا کرتا تھا۔ و اقصیات کے محاذ سے یہ چھپے معنی ہی ہم کو نیا وہ مردوں علوم ہوتے ہیں ۱۲

باوجودیکہ ابن میمان شرنوسی میں بڑے مشاق تھے جیسا کہ لکھے بیان سے ظاہر ہے مگر وہ نظم کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

شہواران میدان فصاحت و مبارزان مہارباغت مرکب با دپائے سخن را در اطراف و اکناف عالم
 ”دائیدہ اند۔ در اطہار اعجاز صیوی بدیضاے موسوی بظہور رسانیدہ و کلمات ہنذب و عبارات مستندہ
 نابرد و قسم نشوز و منظم منقصر گردانیدہ۔ بہر چند سخن منثور کا لورہ المسطر شہوار است فاما مرغی آنکہ
 ”در دہانہا گرچہ پراگندہ ہم کو است اما کجا بہر گویہ منظم می رسد“
 ”ویر ضمیر عقدہ کشاے ارباب ذرات و اصحاب کیاست پوشیدہ ناندک عروس دلرباے معانی را چند آنکہ کثر
 تظیف تر و حلیہ شریف تر باشد اصحاب عقول سلیمہ و ارباب طبع مستقیمہ یہو اصلت اور رغبت بیش نماید
 ملاقات اور انیکوتر قبولے پیش آئید“

دیباچے کا اہم ترین حصہ نسبت ہے جس میں انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے اور اسکے دوبارہ مرتب کرینکا ذکر کیا ہے۔ اسکی پوری نقل ہم اسکے کلام نظم کے ضمن میں حاشیہ پر کرینگے۔ اسی حصے وہ پر جوش قطعہ بھی ہے جو انہیں نے دیوان گم ہونے پر لکھا ہے اور جس سے انکا انتہائے صبر و استقامت و علو ہمتی ثابت ہوتی ہے۔

تقریباً تمام اگلے مذکورہ نوٹیوں اور موزونوں نے ابن میمان کے دیوان کے متعلق یہ لکھا کہ سرداروں کی جنگ میں گم ہو گیا۔ تفتید و تقریب سے اپنا چھاپھوڑا لیا مگر کسی نے یہ خبر نہیں کیا کہ جنگ مذکور کب ہوئی اور اس کے بعد ابن میمان کتنے دن اور زندہ ہے اور اس مدت میں علاوہ قطعات کے جو بہت مشہور ہیں

ب۔ نظم
 دیوان کا گم ہونا
 دوبارہ ترتیب

آیا اور بھی کچھ انہوں نے لکھا یا نہیں؟ ہمارے زمانہ میں مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے بھی وہی پرانی کیرٹی ہے اور شعر العجم میں جو غالباً فارسی شعر کا سب سے آخری تذکرہ ہے اسی بات کو دہرایا بلکہ مزایہ ہے کہ ظاہر علی آبادی بلگرامی نے مذکورہ دیدھی میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ ”ابن میمان کا دیوان وال کی قطع تک دیدھی ہے“ اسکی تردید بھی بلا دلیل اس طرح کر دی کہ ”غالباً یہ قطعات کا دیوان ہوگا“ غالباً

۱۔ مضر۔ اکھاڑا۔ گھوڑے دوٹانے کا میدان ۱۲

۲۔ نثر کا کلام مثل تردنا زہ گلاب کے ہوتے ہے ۱۳

۳۔ فاما مرغی آنکہ۔ لیکن یہ ملحوظ ہے کہ ۱۴

مولوی شبلی مرحوم نے تذکرہ مرتب کرتے وقت یورپ کے کتب خانوں کی فہرستیں ملاحظہ نہ فرمائیں اور نہ کتب خانہ باغی پور کی جہاں (۵۲۸) صفحے کا کلیات ابن عیین موجود ہے۔ مولوی شبلی حیدر آباد میں برسوں سے تھے کم از کم یہاں کے سرکاری کتب خانہ کی سیر فرماتے تو ابن عیین کا دیوان غزلیا لجا آیا ممکن ہے کہ اس وقت دیوان مذکور کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہو۔ خیر ابن عیین کے کلام کم بخت کا واقعہ ہم اگلے مہدوین کے ضمن میں اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جب زاوہ میں جو وجیہ الدین مسعود سردار اور ہلاک معز الدین حسین گرفت سلطان ہرات کے دربار میں ۱۳ صفر ۸۳۳ ہجری کو ہوئی تھی ابن عیین - وجیہ الدین کے ہمراہ تھے جیسا کہ شکست ہوئی - میدان میں تھا کہ چچی اور انکا سامان بھی جسیں دیوان بھی تھا کوئی لوٹ کر لگیا اور اس طرح انکا کلام ضائع ہو گیا۔ جنگ مذکور کے بعد وہ پچیس سال تک زندہ رہے۔ پس جو کچھ سابقہ کلام سے انکو یاد تھا یا کہیں دستوں سے اسکی نقل ملے وہ لیکر اور نیز آئندہ چھ سال تک جو کچھ انہوں نے لکھا اس کو فرہ شوال ۸۳۶ ہجری میں ایک کلیا کی صورت میں مرتب کر لیا اور اسکے بعد وقتاً فوقتاً جو کچھ کہا اس میں درج کرتے گئے اس مجموعہ کے قبل انہوں ایک دیباچہ تحریر فرمایا جسکا اقتباس و ترجمہ یہ ہے۔

”جب تیرے بچے ہوئے بہت دن گزر گئے اور ایشمار مدون کرنے لگے تو وہ ننھ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے پاس رہا کرتا تھا اور اگر کوئی نظم بھی کہی جاتی تو وہ بھی اس میں چڑھا لیتا تھا۔ ناگاہ تقدیر نیردانی و تضاے ربانی سے اس جنگ میں جو تاریخ ۱۳ صفر ۸۳۳ ہجری شیخ الاسلام سلطان الاولیا مرشد الکلیین شرف اللہ شیخ حسن جوری اور سلطان الاسلام شہنشاہ مہفت اقلیم و جلیہ الحی والدین مسعود کی لشکر ہرات کے ساتھ ولایت خواف میں واقع ہوئی وہ ننھ جو ہو گیا۔“

”بچنگال خاں زگراں دستاد و زان پس از کس نشانے نما“

اسکے تلف ہو جانے سے جو پنج دامنوں مجہ کو ہوا سپرہ قطعہ لکھا گیا۔“

”گر بدتاں بدداز دستم فلک دیوان بن آئند او می ساخت دیوان مکر نیرد باستان“

”گرچہ دیوان گم شدہ اور اسکے مضامین کی ناقصان عبارت کے بازار اور صرافان سخن کی گسالی میں کچھ زیادہ“

سلطہ عربیہ نیشاپور میں خواف ایک ضلع ہے جسکے متصل قصبہ زاوہ امیں یہ جنگ ہوئی تھی ۱۲

سلطہ ہندوستان نے ابن عیین کے مہدوین کے زیر عنوان ملک معز الدین گرفت کے حالات میں نقل کر دیا ہے ۱۲

”قدر و قیمت نہ تھی۔ مگر جب بغض مضامینہ کو اس درجہ خوٹوار سے نجات ملی اویں اپنے بیتا الحزن کو
واپس ہوا تو جینے اپنے دل میں کہا۔“

”دیر سے است کہ اندیشہ آس دارم باز
گرد و در فلک نزارد از کارم باز“
”کاشمار پراگندہ چو مہفت اورنگ
مانندہ پردیں یہ نظام آرم باز“

”القصہ سابق کے کلام کا کچھ حصہ مزعومہ معاصرین کی بیاضوں اور نامور فاضلوں کے لکھلوں سے جمع کیا
اور اس کے بعد جو کچھ کہا گیا وہ بھی اس میں شریک کیا گیا اس طرح ایک دوسرا دیوان جیسا کہ جو ناچا ہے
تو کیا مگر خیر جیسا ہو سکتا تھا ایک کتاب کی شکل میں اس طور پر مرتب کر لیا کہ اگر کوئی شخص اس دریاے
اشعار سے ڈرنا ہوا رکھنا چاہے تو بآسانی مقصد حاصل ہو جائے۔ اگلا بر عمر و مضامینہ کے کہ عمر عم
سے امید ہے کہ اس توڈہ طواری کو اگر مطالعہ کا شرف بخشیں اور اس عرصہ کو اگر بغیر زور کے پائیں تو عیب
کی اصلاح سے بندہ کو ممنون فرمائیں اور رد کا خیر سے یاد کریں۔ مرقوم غزہ شوال ۱۲۵۳ھ ہجری

۱۔ درجہ خوٹوار سے ابن سینا کی مراد تھی کہ قناری سے ہے۔ سیرت اکو یہ اندیشہ تھا کہ جس شخص نے ان کو گرفتار کر لیا ہے وہی قتل کر دیا
یا تک سزا دین ان کو نہیں کی قح کو ایک ہڑائی جوئے کے جرم میں قتل کر دیا۔ ۲۔
۳۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا کے دو صاحب اصل عبارت بھی جیسا کہ ہے اقباس کیا ہے بل پناقل کر دیا تاکہ آگنی نازی نازی
ازازہ ہی ہو جائے۔ (جوں روزگار در بند و چند شور و چند تیردین رسید سوزدان و صغر و صغر صاحب مینا است و اگر سخنے ذکر گفتہ شد
برایں نیک است۔ ۴۔ آگاہ از قصائے ربانی و تقدیر نیردانی در محاربتے کہ شیخ الاسلام سلطان اولیا و اندر شد اس کلین ای التوا بے نقد
الہا کلین من القصاب شرف العین شیخ حسن حوی فیلس اندازہ و جبل خطیرہ العین ربہ و سلطان الاسلام شہنشاہ مہبت اعلم المرید
من السواد و الظفر علی الصا و حدیث الحق و اللین مسعود صب اللہ علیہ السحاب رضوانہ اسکندہ بھوجہ جنانہ بالشرک بر آواز اولیات خراف و بطیر
صفر خرم یا لہو الظفر سستہ طاقتور زمین و سما و واقع شد۔ ۵۔ بیچکال غازی گراں اور قنارہ ۶۔ وزان سب از کس نشانے نہ آو۔
دور و جہت و ناسف بر فقدان آن قلندہ گفتہ شد و جی۔ ۷۔ گرد ساس سب از کس نشانے نہ آو۔ ۸۔ آواز و جی ما و تو اسکر زدا ہاں
چہ چند نقد دیوان و کلمات آزاد و سستہ بانارنا قنارہ عبارت و مہربان معیار اسفانہ زانہ کے عیار سے و بیشتر مقدمے خوب زمانہ
جوں بغض کر دگا با با با درجہ خوٹوار خاص یا گفتہ شد و بایست الاحزان مراجعت کردہ آمد بر توجیل او مشغوف بامید و شہرہ با دل فہم
سیرت اجماع دیر سے است کہ اندیشہ آس دارم باز ۹۔ گرد و در فلک نزارد از کارم باز ۱۰۔ کاشمار پراگندہ چو مہفت اورنگ
اندیشہ پردیں یہ نظام آرم باز ۱۱۔ القصیدہ بطور لہجے خند انا بخیر مشرف شدہ او ادرامدنا قنصل مار و سلطان باش درو کار
التما مکرہ شد و لہجہ ادرامدنا اتفاق افتادہ بران اتفاق کردہ آمد و دیوان و مگر چنانچہ آمد تہ چنانچہ باید در ملک کتاب مستقیم
گشت و نظر ماکتہ تا مگر دو جوان اشعار ہوس ڈر شاہ جوار خواہی کند بانگ سنی مہربان خود ظفر باید و از محبوب بہرہ ورا
گرد و اساس آن بایق (استیفا) (گواہی) (بائش) (نہادہ) شد۔

کما ترها انشاء اللہ وحلہ

مترجم از کرم عمیر و لطف جسیر ابراہیم عمر و مفاخر دہران است کہ چون اسیر غلاب طے طارہ را بتشریف لہا رسید
گرداند با صلح مناسبہ و اوضاع اطاعت نہائے بے تمنا بر جان بندہ بنزد و بر دھائے خیر و دو بند و جہزی ذالالت
غیر شکرال تہنہ ثلث و خمسین و سبہ ما نہ و الحمد لولہ اول و آخر اول الصلو
عَلَيْ نَبِيِّهِ بَطْنًا وَ طَاهِرًا“

عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ ۱۶۹۰ء ہجری میں ابن یمن نے دوبارہ اپنا دیوان مرتب کر لیا اور غالباً وقت وفات (۱۶۹۹ء) تک جو کچھ کہا وہ اس میں اضافہ کرتے گئے۔ پروفیسر براؤن صاحب نے باوجودیکہ بڑے محقق ہیں اپنی تاریخ ادبیات ایران جلد سوم میں ابن یمن کے دیوان کا ذکر نہیں کیا مولانا خدابخش خان صاحب نے جو م سبق حیف جسٹس حیدرآباد دکن کے کتب خانہ واقع باغی پور کی فارسی فہرست سے جنکا نام محبوب الالباب ہے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ مذکور میں (۳۳) جزو کا کلیات ابن یمن موجود ہے جس کے دیباچہ کے متعلق فہرست مذکور کے صفحہ ۵۵۴ - ۵۵۵ میں لکھا ہے کہ وہ خود ابن یمن کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے شان اودھ کے کتب خانہ کی جو فہرست مرتب کی تھی اور جس کی نقلاً کتب خانہ اصفیہ واقع حیدرآباد دکن میں بھی ہے اس میں بھی دیباچہ کلیات مدونہ ۱۶۹۰ء ہجری ابن یمن کا بیان کیا ہے مگر انگریزی فہرست کتب خانہ باغی پور مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب نے منسلک کتب خانہ کتب خانہ ایک ڈپوشن ۱۹۰۹ء جلد اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ مذکور میں جو کلیات ہے وہ ۱۶۹۰ء ہجری میں مرتب ہوا تھا اور اسپر ابن یمن کے کسی گن نام دوست کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔ قصہ مختصر ۱۶۹۰ء ہجری کا مرتبہ کلیات ابن یمن اس وقت ہندوستان - انگلستان - ایران - جرمنی - وغیرہ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے۔ حیدرآباد میں بھی ابن یمن کا کلیات میرے علم میں ایک نگار اور پورا غزلیات میں جگہ ہے ۱۶۹۰ء کے مرتبہ نسخوں میں ابن یمن کے آخر حیات تک کا کلام درج ہو گیا ہے اور اسپر ابن یمن کے مدح تصانیف بھی موجود ہیں جو سال ترتیب دیوان ۱۶۹۰ء سے وفات ابن یمن ۱۶۹۹ء ہجری تک حکمراں ہے۔

اگرچہ زمانہ قدیم میں واقعات کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پھیلنے کے ذریعے مغربی ممالک میں بھی تھے اور ابن یمن کو زمانہ کی ناقدر شناسی کی بوجہ شکایت تھی تاہم اپنی زندگی ہی میں شہرت لکھنے کی بوجہ چلی تھی بڑے امرا و سلاطین کے درباروں میں انکا کلام پہنچ چکا تھا اور انکے نام نامی سے ایران و توران و عراق و عجم کے فرمانرواؤں کے کان آتا تھے۔ اپنے کلام کی شہرت کے متعلق انکا یہ کہنا کہ اسے سنا لیا نہیں ہے۔

سلسلہ درجہ ہجری جو شاہ خستہ را قادر	عراق آوردہ زیر حکم و تسلیم خراسان
اسی طرح اپنی قابلیت کے متعلق بھی انکا یہ دعویٰ محض شاعرانہ تعلق نہیں ہے۔	

<p>کو بر فضلاست در آفاق مفضل</p>	<p>افزوں زود تو ان است کہ تا خلق برانند</p>
<p>بڑے بڑے قابل اشخاص اصلاح کے لئے اپنا کلام اُن کے پاس بھیجا کرتے تھے اور اپنی کتب و رسائل بھی اُن سے دیباچے لکھوایا کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ بھی چلتا ہے کہ وفات سے (۱۶۶) برس قبل ہی اُن کا مختلف کلام لوگوں کے پاس موجود تھا۔ چنانچہ دیوان گم ہو جانے کے بعد انہوں نے ایک درست منوچہر نامی سے قطعہ ذیل لکھوایا کلام طلب کیا تھا۔</p>	
<p>آن منوچہر کہ غلبت وہ مینوست پسر اورم نزد تو روز سے ز سر شفقت و ہنر او ہم از بندہ خود ابن ہیں پچھ سپہر</p>	<p>شرف دولت و دین شرف دیوان ہنر گفت جزو سے دوستی از گفتہ تو یافتہ ام روزگار رفت و نیامد و گر چہ برید</p>
<p>نیز آئیے دیکھیے سے ہی تا جس سے کہ معاصرین و فضلا سے عہد کی بیاضوں سے انہوں نے اپنا کلام فراہم کیا۔ قطعہ ذیل سے یہ ثابت ہے کہ دو درواز مقامات کے باشندے ہی انکا کلام دیکھنے کے مشاغل رہتے تھے حتیٰ کہ پادشاہ و سادات نے آکر مرتبہ اُن سے انکا کلام طلب کیا تھا اور انہوں نے اس قطعہ کیساتھ روانہ کیا۔</p>	
<p>خدیو کشور داد و دہش ساہاں شاہ کہ شعر خویش رواں کن بسوا میں درگا بان نامہ اعمال خویش کردہ سیاہ</p>	<p>از آستانہ جاہ و جلال سرور و جہد مشال مقلد آمد بہ سبند و امین بین سے چار جزو ترا شمار و فرست تا دم</p>
<p>اب ہم بطور اجمال اپنے مختلف کلام کی توضیح کرتے ہیں۔</p> <p>قصائد۔ اس نامہ میں ابن ہمین نے سینکڑوں قصیدے لکھے ہیں جن میں بجز چند قصائد کے جو حمد و ثناء و مناسبت و عزت میں ہیں باقی تمام قصائد میں تمثیل (۶۵) اشخاص کی صیغ کی ہے جن میں بعض مشہور امراء و سلاطین کا محل تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں۔ قصائد کے مختلف اشعار اور مطوعات سے جو اس مضمون میں آئے ہیں ابن ہمین کی روانی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ وہ بہت بے تکلف اپنے خیالات قصائد میں ادا کرتے ہیں اور بڑے بڑے واقعات نہایت خوبی سے اختصار کے ساتھ نظم کر جاتے ہیں اس اعتبار سے ان کے قصائد کو ایک امتیاز حاصل ہے البتہ طلبہ خیالی و معنی آفرینی جو الوری و ظہیر وغیرہ استادان قصیدہ کے کلام میں</p>	

پائی جاتی ہے اس سے اسے قصائد عموماً معری ہیں اور اس لحاظ سے انکام مرتبہ انوری و ظہیر کے بعد قرار دیا جاسکتا ہے اور اول درجے کا شاعر، قصیدہ گو، انکو نہیں کہا جاسکتا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ابن مہین میں بلند مضامین و معانی پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ ابن مہین کا زمانہ شاعری کے تنزل کا زمانہ تھا چنگیز خانی مغول نے ایران کو تہ و بالا کر رکھا تھا شاعروں کو اطمینان نصیب نہ تھا۔ شعری کچھ قدر بھی نہ تھی قابل دلائق افراد اسطرح نہ نکرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۴ ہجریں صدی ہجری کی ابتدا سے (۶۹) سال تک یعنی سعدی کی وفات سے خواجہ حافظ شیرازی کی جوانی تک بجز ابن مہین کے شاعری کے کتبہ تاریک کاروشن کرنے والا کوئی چراغ نظر نہیں آتا بقول مرشدید ایسی ہی وہ شاعر ہے جسے شوگر کا تاج سعدی سے امانتا لیکر اسے وارث حقیقی حافظ تک پہنچا دیا۔ میرے خیال میں اگر ابن مہین کو اطمینان کا زمانہ ملتا تو جو زو طبیعت انہوں نے قطعات میں دکھایا ہے وہی قصائد میں دکھاتے مگر اتفاق سے انکو ایسا زمانہ ملا اور یہ قائل، ڈاکو، بے پڑے سپاہیوں اور لیٹروں کی جو اپنے تئیں سلاطین و شہنشاہ کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔ تعریف کر کے اپنا الویدہ کرتے تھے اور قصائد میں نازک خیالی و بلند پروازی دکھانا بھی نہیں کے آگے بن بجانا سمجھتے تھے۔ زمانہ کا اثر شعرا پر بہت پڑا ہے۔ نواب سعادت علی خان علی اودھ کی صحبت سے انشاء اللہ خاں آفتاب جیسے علامہ کی قابلیت خاک میں لگئی جسے اسے کلام کو مسانت کے فیض زینہ سے گرا کر ہزل و تمسخر کے گڑھے میں پہنچا دیا۔

اب ہم پھر وہی سلسلہ شروع کرتے ہیں ابن مہین نے بعض قصائد دوسرے استادوں کے قصیدوں کے جواب میں بھی تحریر کیے ہیں مگر یہ مضمون متعلق نہیں ہو سکتا ورنہ اسے قصائد کا مقابلہ کیا جاتا مگر قصائد کے اشعار کا سنو نہ ابن مہین کے حالات میں دکھایا جاسکتا ہے۔ البتہ یہاں ایک قصیدہ جو موعظت میں ہے درج کر دینا بے محل نہ ہوگا:-

قصیدہ در موعظت

دستگاری طلبید دروہ داوور گیرید
ہر زمان شمع صفت سوز دل از نیر گیرید
از قف آتش دل کیسہ در زر گیرید

ایہا الناس دل از کار جہاں بر گیرید
یا چو پروانہ در آئید بہ نور ظلمات
چہرہ در بوتہ اخلاص بہ کردار خلاص

<p>مید و خیر بود آنچه کم شہر گیرید تا نگردید غریقش کم گوہر گیرید جملہ فردا بہ ظہور آید و کیفہر گیرید ترک کس راہ کیند و رہ دیگر گیرید تا بتدیج بر کشتہ خود بر گیرید تا رسد راہ بہ مقصد پئے رہبر گیرید بخیمبر نمود۔ راہ ہمیبہر گیرید از چہرہ دل او شمع صفا در گیرید اندر آن شہر در آید و رہ در گیرید آن کز و رسم و رہ شہر مہر گیرید اولین پایۂ او طارم اخضر گیرید زور بازویش قیاس از در خیر گیرید کترین منقبش کشتن عسکر گیرید بتنویذ و ہمہ بر خاطر انور گیرید دامن رحمت ساقی کوثر گیرید تا بر کشتہ خود ہرچہ نکو تر گیرید</p>	<p>بگزرید از سر شہر چون ز شاخہ بہت بخزد از بھر معاصی گہر عیش و لیک ہرچہ از نیک وید امر و نہان می داید آخر کار چو ایں رہ بہ ذہے می نرود دقیقت بر صفت اہل صفا پیشہ کیند رہ بہ مقصد نہ بردار نمود راہ برے رہ برے کو بود امین ز خطا در رہ حق مصطفیٰ - آنچه چو بر تربت شہر گزرت و آنچه دانش بہ صفا بہت یکے شہر علوم مرتضیٰ - را در آن شہر شناسید کہ اوست رفت منزلتش گریہ یقین نشناسید کثرت علم سے از لفظ سلونی داند بہت چندیں ہزار اورا کہ چو تعداد کنند لے عزیزان سخن بے عرض از ابن یمن اگر از تنگی روز قیامت ترسید در زمین دل و جان دانہ نہرش کارید</p>
<p>دیوان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ابن یمن کی غزلیات پر اگلے نذرہ میں سے کسی نے بیعت رائے زنی نہیں کی مولوی مشہلی نے شعر العجم میں تذکرہ یہ بیضا مولف غلام علی آباد بلگرامی سے حسب ذیل دو شعر نقل کر کے ریا رک کیا ہے کہ ”واہ غزل میں کم یا نہیں۔“</p>	<p>غزلیات</p>
<p>بہ آں معشوق طبع آسانی است تا سازد فاش میش مردمان از نرا</p>	<p>ز خود بیگانہ بودن و رہ عشق سردہ لے دیدہ ہر دم عشق غماز مرا</p>
<p>کتابخانہ آصفیہ میں جو انکا دیوان ہے اسکا حجم ۲۲۲ صفحہ ہے جسکے ہر صفحہ میں (۱۳) (۱۴) شعر ہیں</p>	<p></p>

اسطرح تقریباً (۳۲۴۸) اشعار میں غزلیات جو کمل دیوان میں درج ہیں اور جن میں طبع و یاس سب کچھ موجود ہے اسکی کمزور غزلوں کے متعلق مرزا علی اکبر خاں مدبر مدرسہ سیاسی طہران واڈیٹر اخبار صور اسرائیل کو شبہ ہے کہ یہ شاید کسی دوسرے ابن عیین کی ہونگی مگر ماسرہ شیدا یا یہی اسی خیال کی تردید کرتے ہیں۔

میرے کرم دوست مولوی حکیم سید ظفر حسین صاحب حیند داردار انجمن تہذیبیہ حنفیہ فکرم سے اکثر نامیاب قلمی کتب گزر چکی ہیں ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے ایک ایسا دیوان ابن عیین دیکھا ہے جسکی غزلیات میں ابن عیین کے کلام کی ننگلی نہ تھی اور اس سے شبہ ہوتا تھا کہ وہ دیوان کسی دوسرے ابن عیین کا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ بجز محمود ابن عیین المدین فریودہ کی کسی تاریخ یا تذکرہ میں کسی اور ابن عیین کا نام نہیں دیکھا گیا اور یہ بات قرن تیس میں ہے کہ دو شاعروں کے وطن ولایت - نام کنیت اور تخلص سب باتیں بھائیں یا کوئی شخص ایسے مشہور شاعر کی کنیت و تخلص اختیار کر کے حقیقت یہ ہے کہ عام طور پر شعرا کے لڑکپن اور بڑھاپے کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات بچپن کا شعرا کے ایک ہی زمانہ کے کلام میں بھی امتداد کثرت ہوتی ہے کہ جدا جدا دو شخصوں کا کلام معلوم ہوتا ہے نیز بعض اوقات معمولی شعرا سے کوئی ایسی نظم بنجاتی ہے کہ بڑے بڑے اساتذہ اسکا جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں اور کبھی کسی پرلے آساز سے کوئی ایسی پیس پی نظم لکھ جاتی ہے جس سے اسکی آسازدی کو بڑھ لگتا ہے۔ ابن عیین نے ساٹھ ستر سال شاعری کی ہے۔ اسکے کلام میں کیا کیا فرق ہوا گا اسلئے ہم بھی مرزا علی اکبر خاں دہخدا اور مولوی سید ظفر حسین صاحب کے شبہات کو کلام کے اس فرق پر ہی محمول کرتے ہیں اور اس بحث سے اب قطع نظر کر کے یہاں دو ایک غزلیں اور چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن سے اسکے عارفانہ کلام کا رنگ معلوم ہوگا۔ ایک طبع جس میں سعدی خسرو۔ صائب و عرفی وغیرہ نے بھی طبع آزمائی کی ہے اس میں ابن عیین لکھتے ہیں۔

روزِ محشر شاعرنا باقیامت کا ریت	کار عاشق جز نما تائے جمال یار نیت
آرزوئے جان ما در بہر دو عالم وصل است	جز وصال او بہ ما چہیزے دگر در کار نیت
از سر کویش اگر سوئے بہستم می برند	پائے نہم گرو رآخا وعدہ دیدار نیت
ہر طرف ہر سو کہ می بینم بسوئے این قواں	غیر آں دلدار ما چہیزے دگر در کار نیت

اے طبیبا کو مشہور ہے میں ہمارے نیت	سالہا ابن یمن در بستر غم خفته است		
یہ نزل بھی ملاحظہ ہو اس پر مصرعے لگا کر خود ابن یمن نے تجسیر ہی کی ہے۔			
من بعد ما ز عشق مجازی حسد ز کنیم آہے کشیم و این حسد زیر وز کونیم ما وعدہ وصال ترا در بدر کنیم خیزید عاشقان ہر عزم سفر کنیم عشق است ہر چہ بہت سخن مختصر کنیم	تا چند عمر خویش بہ خواباں بسر کنیم ذرات کائنات حجاب جلال است گفتم کہ حیثیت حال منت تا ابد نگفت دیدار خود بہ ملک دگر وعدہ کردیدار ابن یمن حکایت دور و دراز حیت		
ایک نزل کا مطلع ہے۔			
سستی میں سے پرستاں اڑنے و چجانے نیت	باوہ رنداں مادر ساغر و پیمانہ نیت		
ایک اور مطلع ملاحظہ ہو۔			
زار می سوزم و باورد و غمت میازم	سالہا شد کہ بسودائے تو سری بازم		
<table border="1"> <tr> <td data-bbox="119 790 720 853">ابن یمن کی شاعری کا مایہ ناز حصہ آنے کے قطعات میں جنکی مقدار بقول</td> <td data-bbox="720 790 916 853">قطعات</td> </tr> </table>		ابن یمن کی شاعری کا مایہ ناز حصہ آنے کے قطعات میں جنکی مقدار بقول	قطعات
ابن یمن کی شاعری کا مایہ ناز حصہ آنے کے قطعات میں جنکی مقدار بقول	قطعات		
<p>مارشید یا سہمی کلیات کا نصف حصہ یا پانچ ہزار اشعار ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جسے ان کو بالعموم تمام شعراء نے ایران میں اور بالخصوص آٹھویں صدی ہجری کے اساتذہ میں تھما کر دیا ہے اور بقول پروفیسر آڈورڈ برادون صاحب کے زندہ جاوید بنا دیا۔ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ ابن یمن قطعہ گوئی میں استاد ہیں۔ عموماً اہل ذوق و طبع قصائد میں انور عی کو نزل میں سعدی کو شہسوی میں خسرو و مسی کو اور باعینات میں عمر خیام کو تغیر سمجھتے ہیں اس طرح قطعہ کی نبوت ان پر ختم جانتے ہیں۔ صاحب تلخ حسیب البیہر لکھتے ہیں کہ اس کے قطعات عجاظات چھوٹے بڑوں کے دلوں پر گزرتے ہیں۔ دولت شاہ لکھتے ہیں کہ اس کے قطعات بادشاہوں کے دربار حاکموں، امیروں، وزیروں، اور فاضلوں کی مجلسوں میں نہایت قدر و منزلت سے پڑھے جاتے ہیں مولوی عبد الغنی خاں صاحب فرخ آبادی اپنے مختصر تذکرہ الشعراء میں فرماتے ہیں "ازعارفان کامل است در نظم قدرت بحال داشت۔ مولوی ثقیل شعر العجم میں لکھتے ہیں "ان کا خاص رنگ اخلاقی شاعری ہے اور اس میں بھی فصاحت و خود داری ان کا خاص حصہ ہے ان مضامین کو ان سے بہتر آج تک کوئی ادراک کر</p>			

اور چونکہ اٹکا قال حال کی تصویر ہے اسلئے خاص اثر رکھتا ہے۔ اسلئے قطعات کی شہرت یورپ ایشیا کے بہت سے ملکوں میں ہے۔ ایران تو خیر اکٹا کھر تھا۔ انگلستان جرمنی۔ اسٹریا و ہندوستان میں یہ انہیں قطعات کی بدولت آج تک زندہ ہیں۔ انکی جہانی حیات انکی برس میں ضم ہو گئی مگر روحانی زندگی پونے چھ سو برس سے قائم ہے اور باوجود ناقدری زمانہ امید ہوتی ہے کہ انکی یہ حیات بہت طویل کھینچی بلکہ کیا عجیب ہے جو بقائے دوام کی صورت اختیار کرے۔ انخے قطعات کا ترجمہ جرمنی زبان میں بھی ہو چکا ہے ڈاکٹر ملسٹا و ملر نے ایک مشہور جرمن فارسی دان نے ترجمہ کر کے چھپوایا ہے اور ڈو برادن صاحب تاج ادبیات ایران جلد سوم میں اسکا ذکر کیا ہے طاسریشیلہ یا ہی جو ایک نہایت وسیع النظر علامہ میں فرماتے ہیں کہ ”میں ان کو پڑھ کر پہچان نہ سکا کہ یہ ابن مبین کے کلام کا ترجمہ ہے“ تحقیق یہ ہے کہ نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا اور اس نظم کے جوش و جذبات و خط و خال کو نسخ نہ ہونے دینا بہت مشکل ہے تاہم ڈاکٹر موصوف نے حق قدر دانی اہل ہند سے زائد ادا کر دیا ہے۔ ہندو میں اب سے کوئی تیس برس قبل مرگ کے فارسی گو رس میں انخے قطعات کا انتخاب تھا جس نے ہزار ہا طلبہ کو ان سے روشناس کر دیا تھا۔ جہاں تک میراجیال ہے ہندوستان میں انخے قطعات صرف دوسرے شایع ہوئے ہیں ایک دفعہ ۱۸۵۸ء میں جماعت اشاعت علوم نے مطبع مظہر المعاجز کلکتہ میں طبع کرائے تھے گریہ مجموعہ بہت ناقص و غلط تھا۔ دوسرا اڈلین مطبع دارالاقبال بھوپال کا ہے جو اب امام محمد جمال الدین خان صاحب دارالمہام ریاست طبع ہوا تھا۔ اسکا نسخہ مطبع ثبت نہیں ہے یہ بھی بہت ناقص ہے اور غلط چھپا ہے۔ اسیں کچھ کم یا سو قطعات میں جتنے تھینا ڈٹائی ہزار اشعار ہوں گے اسطرح بقابلہ کامل مجموعہ کہ انیں بھی کوئی ڈٹائی ہزار اشعار یا یا سو قطعہ کم میں جس حالت میں کہ ٹپے بڑے اساتذہ کی رائے انخے قطعات کے متعلق لکھی جا چکی ہے۔ ان میں سچائی کو کچھ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اس قدر ضح کر دینا مناسب سمجھتا ہے کہ ان قطعات کی عربی و دکنشی نے میرے دل کو سحر کر لیا ہے۔ اور حضرت ابن مہاین سے مجھے ایک خاص محبت بلکہ عقیدت ہو گئی ہے۔ میرا ذائقہ اسلئے یہ ہے کہ جو سعادت ہی کے جگمگات آئندہ خاک سے ملیگا باقی تمام اتادوں سے ان کے قطعات بہتر و برتر ہیں اور بعض قطعے تو ایسے ہیں جن کا جواب زبان فارسی میں نہیں ہے بلکہ شہادہ یاسی فرماتے ہیں ”ابن مہاین اور انخے جانشین حاق نے ایک ایک رات اپنے لئے اختیار کیا اور

باقی رہیں تا ازلوں کے واسطے چھوڑ دیں۔ حافظ نے غزل لی اور ابن میمن نے قطعہ۔ یہی فن قطعہ گوئی ہے جس نے ابن میمن کو آٹھویں صدی ہجری کے شعر کا سر تاج بنا دیا۔ "ہیں شکستہ کسک
اخلاقی قطعات میں انہوں نے نہایت اختصار و روانی کیساتھ عملی زندگی کے متعلق بے نظیر نکات بیان
کئے ہیں۔ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ قطعہ شروع کر دیتے ہیں اور ضرورت کے
تشیہات وغیرہ دیکر ختم کر دیتے ہیں اگر آج کوئی شخص صحت کے ساتھ اُسٹھے قطعات طبع کرے تو
اخلاقی مسائل کا ایک بیظیر مجموعہ تیار ہو جائے علاوہ اخلاقی قطعات کے بہت سے قطعے روزمرہ
کی ضروریات و واقعات کے متعلق ہیں اس قسم کی قطعہ نویسی میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص قادر نظر نہیں
رہے۔ ششے۔ تھانے۔ یاد دہی۔ مطالبات۔ معاہدہ۔ دستاویز وغیرہ وغیرہ نثر میں لکھنے کی
جگہ وہ نظم میں اختصار و خوبی کے ساتھ لکھ دیا کرتے تھے کہ ایک اعجاز معلوم ہوتا ہے اسی قسم کے
قطعات کی بنا پر انہی سوا آخری مرتب کرنے میں بڑی مدد ملی۔ بعض اوقات قطعہ میں وہ یا سالی
نظم کر دیتے تھے اور انہی زبان سے نکلے ہی لوگوں کے دل میں گھر کر لیا کرتے تھے۔ چونکہ مضمون
بہت اچھا ہو گیا اسلئے قطعات قسم ثانی سے جو گزشتہ اوراق میں جا بجا آپ کے میں قطع نظر کر کے چند
اخلاقی قطعے درج کئے جاتے ہیں۔

دولت و فقر کا مقابلہ

راحت تو تخت دو شین ما	نیک بہان است کہ می بجزرد
بے نکس نانک جومین ما	خوردن تو مرغ مسن وے
سیر زده کاسہ چومین ما	خوان زرد و صمک سین تو
خارد خشک بستر وبالین ما	قاوم و سنجاب ترا نکبہ گاہ
بغیہ زده خرقہ پشین ما	پوشش تو اطلس و دیبا حسیر
بورہ شہہ کفشک چومین ما	زین زرد و اسبک تازی تو
قبل قیامت چو یکا یک زمند	
آن تو کار آید و یا این ما	
۱۱۔ جو کی ٹپکا	۱۲۔ میں کی بوجا ۱۳۔ سرگ ٹوٹا ۱۴۔ چوٹا جوتا میں پاؤں نہا کے ۱۱

صبر کی کوئی حد بھی	
گر دیش گردون دُوں آزاہ کان آختر کرد	کو دل آزاده کر زعم دل مجموع نیست
در عتبات کما تو ان بردن با مید بھی	گر کسی صاحبِ اویٹ است عمر نیت
مسافت عشر	
از کومے حیات تا در مرگت	جز نیم نفس مسافتے نیست
دیں طرفہ کہ اند میں مسافت	گامے نہ پنی کہ آتے نیست
گوشہ راحت	
کنجے کہ درو کنجش آغیب ار نمانشد	بہر کس ز تو دبر تو ز کس بار نہ باشد
رودے دسر رودے و عرفیے دو گیار	باشد کہ حد و بیشتر از چار نباشد
رودے و شرابے و گبابہ و ربابے	شرط است کہ ساتی بجز از پار نباشد
این دولت اگر دست دہ این میں را	با هیچ کس در دو جہاں کا نہ نہاشد
بجنت پرستہ	
طالعے دارم آخذ از پئے آب	چوں روم سوئے بحر بر گردد
ور زدنخ طلب کنم آتش	آتش از یخ آفرودہ تر گردد
قدمے چند گر بہ سبزہ نیم	سبزہ فی الحال بیشتر گردد
دز زیں گر طلب کنم کف خاک	خاک فی الفور نفع زر گردد
ور ز کوہ التماس سنگ کنم	سنگ نایاب چون گہر گردد
گر کنم عرض حال پیش کے	ہر دو گوشش بحکم کہ گردد
این چنین حالہاش پیش آید	ہرگز و روزگار ابر گردد
بہہ حال شکر ابن مین	کہ سادا ازیں بتہر گردد
اہل کمال کی ناقدری کا سبب	
با خود گفتہ مئے بد بر کار	کس بدانش چو تو نشان نہ ہند
حیت حکمت کہ از خستہ غیب	قوت یک شب بہ نیکو ان نہ ہند

<p>اہل دل را امان جاں نہ ہند با بزرگان خوردہ دامن نہ ہند با ہنر پیشہ نیسم ناں نہ ہند برگ کا ہے بہ راستاں نہ ہند بہ ہمایاں جز استخوان نہ ہند ہر کرا اس دمہند آں نہ ہند</p>	<p>بہ خسیاں دمہند نعمت و ناز انچہ با حاسدان سفند دمہند کبج قاروں دمہند دونوں را ناکاں را دمہند خرمہنسا گماں را دمہند شہد و شکر عقل گفت اس حدیث نشیندی</p>
<h3>تلاش معاش</h3>	
<p>ز محنت چہ کشتی ز بہر جستن گشت است حوالے معین واں ہم درگے بہ دوم وارن کایں حکم خداے راند ابرمن حکم کہ کند خداے دو اللہ</p>	<p>گفتند چو رزق بہت مقسوم گفتم کہ بے - ولے ازیں پینش روزی تیکے بہ مصر و شام است از بندہ میں تو این تکاپو بے مع شکے نفاذ یا بد</p>
<h3>کبج قناعت</h3>	
<p>سہ تائے جامہ گراز کہنہ است یا ازو کہ کس نگوید ازیں جا بخیزد آنجا رو ز فر ملکیت کی قباد و کیمبر و</p>	<p>دو تائے ناں چو از گندم است یا ازو بہ چار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع ہزار بار فزوں تر بہ تر و این مہین</p>
<h3>گوشہ قافیت</h3>	
<p>از بہر ذوق نفس زلیح و میریوبہ از اطلسم تہب و شعر حریر بہ آب مباح سرد ز جام عقیقہ بہ صحت چو بہت از مہرمان لظیفہ بہ نزد خود ز خدمت شاہ و وزیر بہ</p>	<p>کبجے و ہوسے دکتابے و خوردہ ہر پیر ستر جامہ پشین و خوردہ وز بہر دفع تشنگی از کوزہ سفال علو او مرغ و ترہ اگر نیست گو بہا وجہ کفاف اگر کلبف آید ز دست</p>
<p>لے شربت - شراب ۱۱</p>	

ننگ خدمت

<p>بر آستانِ قناعت گر مقامِ کسبی یکے ایسے رو کر راوندیر ناکم کنی روی دنانِ جویں از بود و اہم کنی کمر بہ بندی و بر مرد کے سلام کنی</p>	<p>ز قطعِ راہ دراز اہل غنی نشوی یکے دو گلا و بدست آوری و مزینہ اگر کفافِ معاشت نہ بگذر دین نیز ہزار مرتبہ بہتر بہ نزد این یمین</p>
---	--

فتاویٰ و نصیحت

<p>ناگہ انگیزد غبار سے چون میسا گرو کرد ہر کہ داد بر دطاعت جان دست برد برہ را می برود گرگ و اشلم میگرد کرد چوں یہ مرد آن ناپاس لے خود نامزد بادہ دروہ تافر و زیم زوسے دروہ بس امیسر ویشو ارا اتھو اناہو خورد</p>	<p>شے دل آگہ بینی کہ پیکرت باو فنا ز ابر خداں زہر پر تہر چوں ریزاں شود در مصیبت نالکم کن کس جنج ماند ہر کہ اہو اختیار و وقت فرحت فوت کرد ساقیا دران نذار دحک میں روزگا دم نزن ابن یمین زد ہر کار باہر</p>
--	---

عہ
مصیبت

منویات

لا سر شید یا سخی ابن یمین کی صرف دو منویوں کی تصانیف کی گئی ہیں
ایک "انار عشق" دوسری "حوالہ المصروف" مگر ان کو ابن یمین کے کلام کے
محققان سمجھتا اور ان میں کوئی اہمیت نہ دیکھتا اظہار رائے میں فرماتے ہیں کہ ایک ایک شعر منونہ تحریر
کر دیا ہے۔ پہلی منوی کا مطلع یہ ہے۔

<p>چہرہ را از نقاب بیروں کن</p>	<p>حیرت ما بہ خویش انشردوں کن</p>
---------------------------------	-----------------------------------

دوسری منوی اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

<p>بہ آن مطلوب یار عشار گردی</p>	<p>طلب تا محسوم اسرار گردی</p>
----------------------------------	--------------------------------

لا سر شید بہت ہی وسیع النظم شخص ہیں مگر ہے کہ ان منویوں کے منوبہ ہونے کے دلائل
جوں کتب خانہ باغی پور کی انگریزی فہرست سے ظاہر ہے کہ وہاں کے نسخہ میں ایک منوی ہو سو م
کا نام "بہ کشر یکسوہ" میں ابن یمین نے اپنے وطن فریوہ کے خوشنما قدرتی مناظر دکھائے
ہیں اور بعض اپنے اقارب و شاہیر عصر کا ذکر کیا ہے۔ اس منوی کا مطلع یہ ہے۔

سیمی لطف بے اندازہ کر دی	سیمی صبح بخاتم تازہ کر دی
یہ ثنوی نسخہ کی تصنیف ہے۔ اسکے متعلق ابن ہمام فرماتے ہیں۔	
کہ اندک روز گائے نیک اندک پر اس شاخ کس چوں من نہ رفت است	ز محبت صفت صد بود چل و یک بدیناں کار نامہ کس گفت است
اگرچہ اس ثنوی کی بحر و دہی ہے جو طہ انبی نسخہ کی دوسری ثنوی "حوالہ تصوف" کی ہے مگر مضامین جدا معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ اس میں خسر بوجہ مذکور کیا گیا ہے۔ اسلئے غالباً یہ ثنوی انہیں کی مصنفہ ہوگی اور محضات میں سے نہوگی نہرت مذکور میں کئی اور ثنویوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک نام "کنز الحکمت" ہے اسکے مضامین اخلاقی میں اور مطلع یہ ہے۔	
بنام خدائے کہ ہستی از دست	ز بردستی وزیر دستی از دست
دوسری کا نام "تصویر بزرگمہر" ہے اور اسکا مطلع یہ ہے۔	
مشیدام کہ میلفت بوز پیمبر	بکبری کہ لے شاہ پیروز جبر
نسخہ علاوہ چھوٹی چھوٹی اور تنو یاں بھی ہیں اور اگر ثنویات نسخہ متذکرہ کے سولہ صفحے میں آئی ہیں ملاحظہ فرمائیے کسی مرثیہ کا ذکر نہیں کیا۔ نسخہ موجودہ کتب خانہ بانی پور میں کسی کا مرثیہ بھی دیکھنا ہے جسکی ابتدا اس شعر سے ہے۔	
لے دستاں ز صحبت دنیا خد کنید	دنیایے است پر سداں لہ گز کنید
مرثیہ مشیدام نے تصنیف کیا۔ نسخہ دیوان موجودہ کتب خانہ اصغیہ میں ایک تریج بند ہے اسکے مضامین نارمانہ ہیں اور سکہ ہر ادب کی تفسیر ہے۔ اسکا مطلع یہ ہے۔	
چو زرات در تابد ز رات	دو عالم جو گزرد وہ بیچے ذات
اس کا شعر تریج یہ ہے۔	
میں در صورت و معنی بحر درست	اگر صورت و گہ معنی بحر درست
نسخہ موجودہ کتب خانہ بانی پور میں ایک مستزاد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔	
مستزاد	
کتب خانہ	

یا جمع زبان صحبت گئیں چه خوش آید
در کاس زر بادہ زنجیں چه خوش آید
در گلشن زیبا
بہر گل رعنا

رباعیات نامرشد یا سہی فرماتے ہیں کہ جامع کلیات ابن یمن مرزا علی اکبر صاحب کا خیال ہے کہ اس کے کلیات میں جو ہندہ رباعیاں شامل ہیں انہیں سے

کوئی ہی ابن یمن کی نہیں ہے اسلئے اسلئے اسلئے متعلق کو پھر لکھا نہیں جاتا نسخہ باکھی پور میں رباعیات کی تعداد تین سو سے زائد بیان کی گئی ہے۔ فائدہ اٹھو کہ سب رباعیات ہی میں یا قطعات ہی انہیں مل گئے ہیں دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی چند باہیات شامل ہیں اکثر رباعیات میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ غیر مشہور شعرا کی رباعیاں کسی مشہور شاعر کے نام سے موسوم اور اس کے دیوان میں درج ہوجاتی ہیں اسلئے یہ عجیب ہے کہ مرزا علی اکبر صاحب کی رائے ابن یمن کی نسبت صحیح ہو۔ بہر حال دیوان ابن یمن موجودہ کتب خانہ آصفیہ سے ایک رباعی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ جسکی ہوا اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔

دی آئینہ خویش بہ تفصیل دائم	روشن چو شدہ پیش خود بہنہ آدم
در آئینہ عیب خویش چنداں ندیم	کز عیب کساں اسبوح نیا دایم

نسخہ طہران میں چودہ ہندہ بھی ہیں انکا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حکیم الدین طیب کے نام کا معنی ہے اس سے لفظ حکیم برآمد ہوتا ہے۔

چار حرف است نام آن دلبر	کہ در شش قبلہ است مردم را
اول نام و ثانی و ثالث	حسن و نصف است و ربع چارم را

مخمسات کلیات موجودہ کتب خانہ باکھی پور و دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں چند مخمس بھی موجود ہیں جو انہوں نے اپنی ہی غزلیات کی تھیس کی ہے۔

توارد و قبیح دوسرے مشہور اساتذہ کے مثل ابن یمن ہی مستندین شعرا کا متبع کرتے تھے اور بہت سی نظمیں انہوں نے ایسی لکھی ہیں جنہیں انہوں نے اساتذہ سلف کے

کلام کی توضیح یا ترجمہ کر دیا ہے اس قسم کی تشریحات بعض اوقات اتفاقاً طور پر واقع ہوجاتی ہیں اور ایک کا معنیوں دوسرے سے لڑھا جاتا ہے جسے توارد کہتے ہیں مگر دیگان لوگ اسکو مترق مضامین سے منسوب کرتے ہیں بحقیقت یہ ہے کہ تشریح مضامین نکاط لفظ قدیم الایام سے چلا آرہا ہے اور مختلف جہوں

شمر کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار موجود ہیں جنہیں مضمون کا ماخذ کسی اور کا شعر ہے یا جو دوسروں کے اشعار کی توکنیع و ترجمہ و تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ ایسی صورتوں میں تقدیر میں مثل کو ایک خاص قسم کی فوقیت و ترجیح حاصل ہوتی ہے اور وہ موجود و مستحق و متبع خیال کئے جاتے ہیں اور پچھلے شعر تابع و متبع یا مترجم و غیرہ۔ ابن میمان نے بھی بعض نظموں عربی سے ترجمہ کر دی ہیں بعض میں دوسرے اساتذہ کا متبع کیا ہے یا ان کے بیان کردہ مضمون کو پیرایہ بد لکر نظم کر دیا ہے مثلاً یہاں صرف ایک قطعہ پیش کرتے ہیں جس کا ماخذ شیخی مولانا جلال الدین رومی کے چند اشعار ہیں مولانا کا زمانہ ابن میمان سے تقریباً ایک سو برس قبل کا ہے۔ اور گو اس مضمون کی ایجاد کا سہرا مولانا روم کے سہرے گرا بن میمان نے اس کو اپنی طرز میں داکر کے چارچاند لگا دئے ہیں۔ مولانا روم کے اشعار یہ ہیں۔

از جمادی مُردم و نامی شدم مردم از حیوانی و آدم شدم حکمت دیگر بہ میسرم از بشر از ملک ہم با یدم جستن و چو پس عدم گردم عدم چون از غنم	مردم از نامی بہ حیوان سر زدم پس چو ترسم کے ز مردن کم شدم تا بر ارم با طانک بال و پر کل شئے الاک الا و جہش گو یدم انا الیہ راجعون
ابن میمان کا قطعہ ۱۱۱ اجنبی ہو۔	

زوم از گتہ عدم خمیہ بصرائے وجود پس از انم کشش طبع حیوانی بود بعد ازاں در حدف سینہ انساں بہ صفا با طانک پس ازاں صومئہ قدسی را بعد ازاں رہ سوئے او بردم چو ابن ی	وز جمادی بہ نبائی سفرے کردم و رفت چوں رسیدم بہ کو از دے گرد گزیدم و رفت قطرہ ہستی خود را گہرے کردم و رفت گرد گزیدم و نیکو نظریے کردم و رفت بہ او گزیدم و ترک و گزیدم و رفت
--	--

۱۱ - مستحق ۱۲

سے مجربات خفاکات کے سب چیزیں فنا ہوئی ہیں ۱۲ سے ارگن باجا

ماوہ اے تاریخ | بعض مشہور اشخاص مثلاً وحید الدین خرنکی - شیخ صدر الدین
ایسرہاں الدین - سلطان ابوسعید - علاء الدین محمد

وزیر وغیرہ کی تاریخ وفات کے کوئی پذیرہ قطعات کلیات میں ہیں اور انہیں بغیر حساب حمل کے باہلہ رسد
۱۰۰۰ تاریخ نکالی ہے۔ ان تاریخوں کے دو ایک نمونے گزشتہ اوراق میں تحریر ہو چکے ہیں۔

ہجرت | ابن یمین ساٹھ برس سے زائد عرصہ تک شعر کہتے رہے اور صلہ و انعام کی امیدیں تقاضا
و قطعات لکھے اس وقت میں بڑے بڑے محوسوں سے انکو کام پڑا اور بہت سے کچھ نسخے

اپنے گھروں کی خاک ان سے چھینائی۔ انہوں نے بھی تقاضا و تاکید کرنے میں اور باقی نہ رکھا شکر
شکایتیں کیں۔ کبھی ہجو کی بلکی سی دہمکی بھی دی مگر جس طریقہ سے کہ ایران کے شعر جمع کہتے ہیں انہوں
کبھی کسی کی ہجو نہ لکھی البتہ انکے قطعات میں ہماری نظر سے ایک قطعہ گزرا جو ہر جھوٹے وعدہ خلاف
عہدہ دار کی ہجو سمجھا جاسکتا ہے اور تاقیامت اس قسم کے لوگوں کے واسطے تازیانہ کا کام دیتا
فرماتے ہیں۔

اگر آزادہ آفت بر تو مر او را صبر ایوبی ببا یید کہ تا از خدمت تو آخرا الامر ترا با این بزرگی تیسر بریش	بنا گہر از قصائے دو گردو پس انگہ عسمر فوج و مال قارون بہ خواری باز گردو دیدہ پرخون ترا با این حکومت ... در ...
--	---

چوتھے شعر کے مصرعہ ثانی میں جو دو لفظ متر و کدر ہیں وہ دونوں گہ حرقی ہیں اور دونوں کاف
شروع ہونگے میں۔ خلاف ادب ہونے سے قلم انداز کئے گئے۔

مناجات | دیوان موجودہ کتب خانہ اقصیہ کے آخر میں ایک مناجات ہے جسکا آغاز میں
شعر ہے ہوا ہے۔

بادشاہ عسمر مقبہ کردہ | نامہ اعمال سپہ کردہ ام

گو یا اس بزرگ شاعر نے اپنے اقوال کے متعلق بارگاہ خداوندی میں ایک معافی نامہ پیش کر کے قلمی
وزبانی نغزوں سے بریت حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ ان کی منفرت فرمائے اور ان کے طفیل میں اس
یہ کار کو بھی بخشنے۔

حکماء قطعات ابن مبین و سعدی

اب قطعات ابن مبین و سعدی پر محاکمہ شروع کیا جاتا ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع تھا جسے ضمن میں سزاخ ابن مبین لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ جسے بڑی کوشش و تلاش کے بعد دونوں کے کلام سے چند قطعے انتخاب کئے ہیں جو باہم متقابلہ میں قسم کئے ہیں۔

- (۱) جو قریب قریب ہم معنی و ہم مطلب ہیں۔
- (۲) جنہے مطالب یکساں اور پیرائے مختلف ہیں۔
- (۳) جن میں کسی خاص مضمون پر دونوں بزرگوں نے کچھ نصیحت کی ہے۔
- ان تمام قطعات کا مقابلہ امور ذیل کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔
- (۱) فصاحت و بلاغت و سلاست کے کلام میں زیادہ ہے۔
- (۲) حسن بیان۔ طرز ادا۔ پیرایہ و اسلوب کا اچھا ہے۔
- (۳) کہ کلام عقلی ائمہ افاضات سے مبرا اور کس کی نصیحت موافق فطرت انسانی میں۔
- (۴) کس کی صلاح و مناسب و رائے مناسب ہے اور ہمارے لئے عملی زندگی میں کارآمد ہو سکتی ہے۔
- (۵) جوش کس کے کلام میں زیادہ ہے۔
- (۶) کسکی باتیں زیادہ تجربہ کی ہیں۔
- (۷) استعارات و تشبیہات و تمثیلات کس کی چچی ملی ہیں۔
- (۸) صنائع و بیانیہ لفظی و معنوی کسے خوبی سے استعمال کی ہیں۔
- (۹) طرافت و شوخی صحتی جانشینی کلام کو مزے دار بنا دیتی ہے۔ کسے خوبی سے بنتی ہے۔
- امور متذکرہ بالا کے لحاظ سے جو کچھ دونوں کے کلام میں ہے وہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہوگا

حاجت روائی

ابن مبین

مراد ناکہ تو از حضرت خدا داداری

پدہ مراد فیقران بلطف تا بد مہند

مقررات کہ با خود امید داری	امید خلق روا کن بہ کرمت کہ تو نیز
بجگم آنخ ترا ہمسم امید مغفرت است کہ دانستگری در ما مذکمان چه مصلحت است	امید خلق برادر چنانکہ بتوانی کہ گز زبائے در آئی بدانی این معنی

سعدی

ابن میمن پہلے شعر میں کہتے ہیں "مہربانی کر کے فیقروں کی مراد میں پوری کر دو تاکہ تمہاری مراد میں جو درگاہ خدا سے رکھتے ہو پوری ہوں" سعدی کہتے ہیں "جہا تک تم سے ہو سکے لوگوں کی امید پوری کرو۔ کیونکہ تم بھی امید مغفرت رکھتے ہو۔"

دونوں شعروں کے مطلب و معنی قریب قریب یکساں ہیں مگر اب فرق دیکھنا چاہئے ابن میمن کہتے ہیں "بدہ مراد فیقروں" سعدی کہتے ہیں "امید خلق برادر" ابن میمن نے "بدہ" کہا اور سعدی نے "برادر" یہ ظاہر ہے کہ امید کے لئے بہ نسبت دادن کے بر آوردن زیادہ اچھا اور حاوی لفظ ہے ابن میمن نے "مراد" لکھا ہے اور سعدی نے "امید بہ نسبت مراد" کے "امید" کے معنی بہت سچے ہیں۔ ابن میمن نے فیقروں کی تخصیص کر دی سعدی نے "خلق" لکھا ہے اور یہی لفظ اس فقرہ پر زیادہ مناسب ہے۔ ابن میمن نے "لطف" کہا اور سعدی نے "چنانکہ بتوانی" کو لفظ "لطف" اچھا ہے مگر اس سے اس امر کی تاکید نہیں پائی جاتی کہ لوگوں کی مراد میں ہم کو ضرور پوری کرنی چاہیے چنانکہ بتوانی" سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی حاجت روائی ہمارا فرض ہے۔ اتنے مقابلہ کے بعد ابن میمن کے شعر میں اب مقدمہ صداقی رہتا ہے "تا بدہ مرادہ کہ تو از حضرت خدا داری" اسکا جواب سعدی کا یہ مصرع ہے "بجگم آنخ ترا ہم امید مغفرت است" جو بات ابن میمن ایک مصرع سے زائد میں کہی ہے..... سعدی نے

اسکو ایک مصرع میں بیان کر دیا۔ ابن میمن کے شعر میں چار پانچ الفاظ سے جو معنی پیدا ہوئے ہیں سعدی کے صرف دو لفظ یعنی "امید مغفرت" وہی کام دیتے ہیں اور یہ کمال بلاغت ہے۔ دوسرے شعر میں ابن میمن کہتے ہیں "مہربانی کر کے لوگوں کی امیدیں پوری کر دو۔ کیونکہ ضرور ہے کہ تم کو بھی امیدیں ہوں۔"

اس شعر میں بہت ہی خشود و نکرار ہے جو مطلب پہلے شعر کا ہے وہی اس کا ہے۔ بلکہ وہی لفظ الٹ پھیر کے رکھ لئے ہیں۔ یہ بڑا انصاف اور خلاف فصاحت ہے۔

سعادی دوسرے شعر میں کہتے ہیں "جس وقت تم مصیبت میں پڑو گے اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ عاجز و نچی مدد کرنے میں کیا مصلحت ہے۔" اس شعر میں اعلیٰ درجہ کی بات کہی ہے اور لوگوں کی حاجت رفع کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے اُسے بہت اچھے اسلوب سے ظاہر کیا ہے۔ محاورات ازیبا و بامدین "اور از دست گرفتن" جو اس شعر میں ہیں صیغہ تناسب بے تعلق سے برتی ہے۔

قناعت اور امداد وانی کی عیب

ابن میمن

تا من از خوان قناعت سیر کردم آزار	بہ ام از لغوہ و دوناں در آن خویشین
منت رضوان نیرزد کہ ژوباع بہشت	با د آب روئے خویشین بوسان خویشین

سعادت

ہم رتوہ دوقتن بہ والزام کسج صبر	کز بہر جامہ رتوہ بر خواجگان فرشت
حقاکہ با عقوبت دوزخ برابر است	رفتن بہ پاس مردخی مہنایہ دہشت

ابن میمن کے قطعہ کا مطلب ہے "جب سے میں نے قناعت اختیار کی ہے کمینوں کے کھانے سے اپنا منہ بند کر لیا ہے عزت آبرو سے اپنے باغ میں رہنا بہتر ہے۔ کوثر و بہشت اس قابل نہیں کہ مجھے لئے رضوان کا احسان اٹھایا جائے۔"

سعادی فرماتے ہیں "پیوند پر پیوند مانگنا اور صبر کر کے ایک گوشہ میں بیٹھے رہنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ کپڑوں کے لئے امیروں کو رتوہ لکھا جائے۔ پڑوسی کی مدد سے بہشت میں جانا خدا کی قسم عذاب دوزخ کی برابر ہے۔"

ابن میمن نے پہلے شعر میں چونکہ بالخصوص اپنی ہی قناعت کی کیفیت بیان کی اس وجہ سے شعر کی وسعت میں فرق آگیا اور لفظ "دوناں" کی تخصیص کر لینے سے معنی ہی محدود ہو گئے سعادی نے اپنے شعر میں کسی شریف یا کمین کی تخصیص نہیں کی بلکہ لفظ "خواجگان" کہا ہے جو بہت ہی بیخبر ہے اور نہایت مناسب موقع ہے۔ عموماً فقیروں درویشوں اور غریبوں کی عادت ہوتی ہے کہ رتوہ کی آڑ میں سوال کرتے ہیں سعادی نے قناعت کی ترغیب میں کپڑوں کے لئے امیروں کے پاس رتوہ لکھنے کی ذلت کو تمثیلاً بیان کیا ہے اور یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تمثیل ہے جس سے شاعر کا بہت بڑا بخت

فان ہر موملے اس شعر میں لفظ "رقعہ" جو دو جگہ لایا گیا ہے اس میں صفت تین نام ہے۔
 اب ابن میمن کے دوسرے شعر کو دیکھنا چاہئے۔ اس میں کئی نقص معلوم ہونے میں اول یہ کہ کوثر و
 بہشت کا ذکر بطور مجاز کے نہیں بلکہ بطور حقیقت کے کیا۔ دوسرے یہ کہ باغ کو ایک ایسی چیز پر ترجیح دی
 جکا پورا پورا تصور کرنے میں ہمارا دماغ قاصر ہے۔ تیسری یا اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اس وقت بہشت و کوثر
 موجود نہیں ہیں اور مجبوراً ہم کو اپنے باغوں پر ہی تعلق کرنی پڑتی ہے اور جب بہشت بننے کا وقت
 آسکا اس وقت کسی باغ و مکان کا پتہ بھی نہ ہوگا۔ چوتھے یہ کہ از روئے اعتقاد بہشت کا کچھ زیادہ تصور
 اور کچھ خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ رضواں کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے "منت رضواں" اس شعر میں بالکل
 لغویات ہے۔ شاعر کے خیال میں حصول جنت کے لئے منت رضواں کی شرط ہے جب یہ شرط ہی نہ
 رہی تو شعر بالکل مہمل ہو گیا۔ اس کے مقابل میں سعدی کا دوسرا شعر ہے اس میں جس پر ایسا سے بہشت
 کو عذاب و فوج کی برابر کہا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمثیلاً بطور مجاز بہشت و فوج کا ذکر
 کیا ہے۔ اس شعر میں اما ذاتی یعنی سلف الپ کی ایک زبردست تعلیم ہے اور خوب ترغیب دہی
 کہ جو کچھ ہو وہ اپنے دم قدم سے ہو۔ اسکے علاوہ سعدی کا شعر بہت ہی پر جوش ہے اور لفظ
 "حقاً" جو لایا گیا ہے اس نے اور بھی جان ڈال دی ہے ابن میمن کے شعر میں جوش کہ ہے۔

دنیائے دنیا میں لگانا اور وقت و عظمت سمجھنا

یک دور و نئے چور میں کہنہ ربا با اما دم	دل درومی ہواں سبت چو در دار مقام
وقت در باب کہ از بادہ کنوں جام ترا	یا دمانہ بہ کف آمدم کہ تہی گرد دم
بس گردید و بگردو روزگار	دل بہ دنیا در نہ بند و ہوشیار
ایچہ دست می رسد کارے کن	پیش ناں کز تو نیاید، مسیح کار

ابن میمن

سعدی

ابن میمن اپنے پہلے شعر میں کہتے ہیں "ایک دور و نئے لئے جو ہم اس پرفانی سرائے میں آ پڑ
 ہیں یہاں اسطرح دل نہ لانا چاہئے جیسے کہ قیام کی جگہ لگائے ہیں۔" سعدی کہتے ہیں "زمانہ
 بہت گزر گیا اور ایسے ہی گزرتا رہے گا۔ عطفند آدمی دنیا میں دل نہیں لگاتا" ابن میمن نے
 دنیا کو کہنہ ربا سے تشبیہ دی ہے سعدی نے کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی مگر لفظ "بس گردید"
 سے بہ نسبت کہنہ ربا کے دنیا کی زیادہ قدامت پائی جاتی ہے ابن میمن کے شعر میں کئی لفظ ایسا ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ دنیا کے کاروبار آئندہ بھی ایسے ہی چلتے رہیں گے۔ سعدی کے شعریں لفظ "گردو" موجود ہے۔ ابن یمن نے دل نہ لگانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ایک دوروں کے بزم ہاں آگے ہیں گواہیں مبالغہ ہی تھی تاہم مقول وجہ ہے۔ سعدی نے ہی یہی وجہ بیان کی ہے مگر مبالغہ۔ شعر سے اخذ ہوتا ہے کہ بہت سے آدمی ہم سے پیشتر گزر چکے ہیں اور بہت ہمارے بعد گزرینگے یعنی دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ آتے ہیں جیسے جاتے ہیں پس ایسی جگہ عقلمند کو دل نہ لگانا چاہئے۔ ابن یمن کا شعرا یا معلوم ہوتا ہے گویا کبھی ہونی طبیعت سے نظر ہے برخلاف اسکے سعدی کا شعر بہت ہی پر جوش ہے۔ خصوصاً پہلا مصرعہ "بس گردوید و گردو روزگار" نہایت ہی زور دار ہے۔

دوسرے شعریں ابن یمن کہتے ہیں "وقت کو غنیمت سمجھو اب شراب سے پالہ بہڑو" پہرا سوت چھاؤ گے۔ جب ہاتھ میں ٹھیکرا بھجایا گیا "استعارہ و تشبیہ کے پیرا میں یہ شعر بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے مگر اس میں یہ نہیں بتایا کہ وقت کو غنیمت سمجھ کر کم کو کیا کرنا چاہئے سعدی اپنے دوسرے شعریں کہتے ہیں "قبل اسکے کہ تم سے کہہ کام نہو سکے اسوت کہ ہاتھ پاؤں چلتے کوئی کام کر ڈالو" بتا بلکہ سادہ نصیحت کے جب کسی کو خطاب کر کے نصیحت کی جاتی ہے تو بہت موثر ہوتی ہے۔ اس شعر میں لفظ "اے" نے بہت لطف پیدا کر دیا اور گواہیں کوئی استعارہ و تشبیہ نہیں ہے مگر فصاحت و سلاست کے اعتبار سے ابن یمن کے شعر سے بڑا ہوا ہے خصوصاً لفظ "کارے" ایسا طبع واقع ہوا ہے جکا جواب نہیں اور اسی نے وہ بات پیدا کر دی جو ابن یمن کے شعریں نہیں ہے علاوہ اس کے الفاظ "نیاید هیچ کار" میں صنعت ایہام ہے جس نے شعریں ایک معنوی خوبی پیدا کر دی۔

کیمیہ کے احسان اٹھانے سے اپنے اوپر تکلف اٹھانا بہتر ہے

ابن یمن

منی خواہم عنی گشتن بہ خواری
ازاں کز نموک با یحبت یاری

من دغض عزیز و فقر و فاقہ
بود جاں دادم در آب نحو شتر

سعدی

بہ کہ حاجت بہ تا سزا بردن
کآب سقائے بے صفا خوردن

صبر بر صمت خدا کردن
تشنہ بر خاک گرم فردن بہ

پہلے شعریں ابن یمن کہتے ہیں "میں نفس عزیز اور فقر و فاقہ اچھلے۔ ذلت کیا تھا امیر ہونا پسند نہیں کرتا" سعدی کہتے ہیں "اپنی قسمت پر صبر کرنا بہتر ہے نسبت اسکے کہ نالایق سے حاجت طلب کیا جائے۔"

ابن یمن کا شعر بہت محدود ہے اور چونکہ بالخصوص فقر و فاقہ کو ذلت سے امیر ہونے پر ترجیح دی ہے اسوجہ سے وسعت میں فرق آگیا برطانیہ اس کے سعدی کے شعروں دو لفظ بہت ہی جامع و بلیغ ہیں۔ پہلے مصرعہ میں "تمت" اور دوسرے میں "حاجت" "تمت" میں فقر و فاقہ مصیبت بنی علم ضروریات دنیوی سب کچھ آگیا۔ اسی طرح لفظ "حاجت" کے معنی میں بھی بہت وسعت ہے سعدی کا شعر فصاحت و بلاغت میں ابن یمن کے شعر سے بڑا ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ موقعہ ہر موقعہ بطور ضرب المثل استعمال کیا جائے ابن یمن نے محض اپنے ہی فقر و فاقہ کا ذکر کر کے شعر کی وسعت گھٹا دی۔

دوسرے شعریں ابن یمن کہتے ہیں "میںڈکوں سے مدد طلب کرنے سے مجھے پانی میں ڈوبنا اچھا معلوم ہوتا ہے" اس شعر میں تشبہ بہت ناقص ہے۔ کیونکہ وجہ تشبہ ہی موجود نہیں ہے۔ ایسے میںڈک مدد کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اگرچہ میںڈک سے مراد کینہ آدمی ہی سہی تو بھی بوجہ قول شاعر جب مقدر کینے سے مدد طلب کرنا برابر ہے تو ایسے کینے سے جنہیں مدد کرنے کی مطلق قدرت نہ ہو اور بھی زیادہ ذلت ہے۔ سعدی دوسرے شعروں کہتے ہیں "ناپاک سقہ کا پانی پینے سے گرم بھول پر پیسا سا رہ جانا بہتر ہے" اس شعر میں بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر اہل زبان کا محاورہ ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر "مردن" بہ" کہہ دیتے ہیں۔

قانون قدرت اور احکام الہی سیطرح نہیں بن سکتے

سبھی از تو رونہ خواہند شد	ہر قصاصے کے ایزوی باشد	ابن یمن
بہ قضا وادنت رضا اولے	گر نکوئی وگر بدی باشد	سعدی
قضا وادگر نہ شود باہزار نال و آہ	بہ شکر یا بہ شکایت برآید از دہنہ	
فرشتہ کہ وکیل است بر خزانہ باد	چہ غم خورد کہ ہمبیرد چراغ مویہ زلفے	

ابن یمن کے قطعہ کا یہ مطلب ہے کہ "جو قضا ایزوی ہوتی ہے وہ تمہاری کوشش سے دفع نہیں ہو سکتی"

مناسب یہ ہے کہ خدا کے حوالہ کر خواہ برائی ہو یا بھلائی ہو "سعدی کہتے ہیں "بزرگوئی روکے میٹے
شکر کرے یا شکایت کرے مگر حکم خدائے میں ملتا۔ جو فرشتہ کہ ہوا کے خزانہ کا داروغہ ہے اسکی بلا سے اگر
کسی بوہ کا چراغ بجھ جائے تو بجھ جائے۔

ابن یمن کے پہلے شمریں لفظ "یزدی" بھرتی ہے۔ محض قافیہ کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ "قضا"
کے معنی بھی "حکم الہی" کے ہیں پھر یزدی کے کیا معنی سعدی کا پہلا شعر بہت ہی طبع اور جامع ہے
ابن یمن نے جوابات "برقضاے کہ یزدی باشد از تو رو نخواہد شد" اتنی بھارت میں کہی ہے سعدی
صرف چھوٹے چھوٹے تین لفظوں میں بیٹھے "قضا درگ نشود" میں ادا کر دی یہ کمال بلاغت ہے ابن یمن
کے شمریں لفظ "سعی" کو بہت مناسب مگر سعدی نے جو اسکی تشریح "نالہ و آہ و شکر و شکایت" سے کر دی
اس سے شعر کا لطف بہت بڑھ گیا اور ان الفاظ کے لئے سعدی کو کوئی مصرعہ یا شعر بڑا ناہنجی بڑا
انصاف دشمنوں میں ان الفاظ کی بھی گنجائش نکال لی۔ ابن یمن نے دوسرے شمریں نصیحت کی ہے
کہ "جب حکم خدا کی سطح مل نہیں سکتا تو مناسب ہے کہ خدا کے حوالہ کیا جائے" سعدی کا دوسرا شعر ایسا
نہیں ہے مگر انچھ پہلے شعر سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ دوسرے شمریں سعدی نے لیسٹا علی دوسرے
کی تشیل بیان کی ہے جس سے پہلے شعر کا لطف بدرجہا زائد ہو گیا فصاحت و جوش کے اعتبار سے یہ ابن یمن
کے قطعہ پر سعدی کے قطعہ کو بے انتہا فوق ہے۔

دنیا میں ہم کو سطح زندگی بسر کرنی چاہئے

ابن یمن	پنج روزیکہ جہاں است چہاں باید زلیت وقت رفتن چو رسد نیز چہاں باید رفت	با خلائق کہ کم و بیش تہائے ارزو کہ ز بجگاہ و از خویش دعا سے ارزو
سعدی	یاد داری وقت زادن تو آچہاں زنی کہ بعد مردوں تو	ہمہ خنداں بڈندو گریاں ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

ابن یمن کے قطعہ کا مطلب ہے "دنیا پنج روزہ ہے لوگوں نے ساتھ ہم کو اس سطح میں آنا چاہئے کہ
کم و بیش تو تیرفیکہ کیجائے۔ چلنے کا وقت جب آئے تو اس سطح جانا چاہئے کہ اپنے اور غیر سب دعا
یا کریں۔

سعدی کہتے ہیں تم کو یاد ہوگا کہ جب تم پیدا ہوئے تھے اس وقت سب میں سے تھے اور تم رونے لگے

ابا سلطج زندگی بسر کرنی چاہتے کہ تمہارے مرنے کے بعد سب روئیں اور تم مہنوں۔
 ابن یمین کا پہلا شعر بہت اعلیٰ درجے کا ہے دوسرے شعروں بہت مشہور و مکرار ہے یعنی وہی بات
 جو پہلے شعروں کہی ہے کیتھریج کیساتھ اس میں بھی بیان کر دی۔ علاوہ انہیں "وقت رفتن" کی تخصیص
 اس جگہ فضول معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر بالہرض وقت رفتن سے ایام پیری یا قرب مرگ مراد ہو جائے
 تو وہ وقت بھی ایام زندگی سے خارج نہیں ہو سکتے۔ برخلاف اسکے اگر یہی مطلب سلطج مراد کیا جاتا ہے کہ
 دنیا خند روز ہے ہم کو ابا سلطج زندگی بسر کرنی چاہتے کہ جب تک زندہ رہیں لوگ ہماری تعریف کریں اور
 جب رحائیں تو دعائے خیر سے یاد کریں" تو بالکل کافی تھا۔

سعیدی نے یہی نصیحت کی ہے گران کو ایک نیا پیرایہ اور اچھوتا اسلوب کا تھ لگاتے انہوں نے
 اول ایک ایسے واقعہ کی یاد دلائی جس کو تقریباً ہر شخص سمجھنے ہوئے ہے اور پھر ایک معمولی بات سے
 ایسا عمدہ نتیجہ نکالا کہ خواہ مخواہ طبیعت پر اثر ہوتا ہے۔

دو نیا میں سب طرح کر جاتی ہیں مگر کبانا ناصو

جملہ بادور نلکٹ یکان است	عم و شادی و خراب و آباد
پس یمین ابن یمین تاکہ ترا	مصلحت حیت نہادون متبناو
ایں مہر سبوح است چون می گزرد	سخت و سخت و امر و ہنی و گیر و دار
نام نیکو گر بماند زادمی	بر کرو ماند سداے زر نگار

ابن یمین

سعیدی

ابن یمین پہلے شعروں کہتے ہیں "شادی و عم آبادی و ویرانی دنیا میں سب یکان ہیں" سعیدی
 کہتے ہیں "اقبال و سخت، امر و ہنی، سیاست و حکومت چونکہ سب گزرنے والے ہیں اسلئے صحیح ہیں۔"
 ابن یمین نے شادی و عمی، خراب، آباد، چار چیزوں کو لکھا کہ یکساں ہیں مگر وجہ یکساں ہونے کی
 نہیں بیان کی۔ سعیدی نے چہر زبردست چیزیں جو دنیوی لحاظ سے انسانی مراتب میں سے اعلیٰ درجہ
 کی ہیں بیان کی ہیں۔ پھر انکو صحیح کہا اور وجہ صحیح ہونے کی موجود ہے یعنی گزرنے والی ہیں اسلئے
 کا شعر نسبت ابن یمین کے شعر کے بہت ہی جامع و بلیغ ہے۔ علاوہ اسکے مقابلہ لفظ "یکساں" کے
 صحیح "بہت زور دار ہے۔"

دوسرے شعروں ابن یمین کہتے ہیں "پس ابن یمین دیکھ کہ مکان بننے میں تیری کیا مصلحت ہے"

اس تعلیم پر یہ اثر نہیں تھا ہے کہ برسے پہلے گوہر طبع گزر جاتی ہے مگر مکان بنانا تو انسان و حیوان دونوں کی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ بنیر اسکے چارہ نہیں۔ سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں "اگر کسی آدمی کا نینک نام دنیا میں باقی رہتا ہے تو وہ بہتر ہے بنیت اسکے کہ زرنگار محل چھوڑ کر" سعدی نے مکان بنانے کی طاعت نہیں کی مگر اس سے زیادہ ضروری ایک بات سمجھا دی جو واقعی انسانی زندگی کا حاصل ہے علاوہ اس کے پیش و کیفیت کے اعتبار سے ان اشعار میں اور جو کچھ فرق ہے اس کو ذوق سلیم ہی تیز کر سکتا ہے۔

ظاہر پرستی

ابن میمن

خزق پاکت چہ سودگر بدت پاک نیت
ہر کہ بیکار نیت چاہک و چالاک نیت

سے سدا، ظاہر پرست باطلت آباد کن
سے برہ آرجیت ترک گرانی بگیر

سعدی

بہر نپدار خلق و نامہ سیاہ
آتیں چہ دراز و حہ کوتاہ

سے بناموں کردہ جامہ سفید
دست کوتاہ باید از دنیا

ابن میمن کے اشعار کا مطلب یہ ہے کہ "سے ظاہر پرست اپنا باطن درست کر۔ جسم اگر پاک نہیں ہے تو خزقہ پاک سے کیا فائدہ۔ لپک کر راستے پر آجاؤ۔ بھاری بھوک پنا چھوڑ دو جو لپکا چلکا نہیں ہے وہ چست و چالاک بھی نہیں ہے۔ سعدی کہتے ہیں "لوگوں کے دکھانے کے لئے تنے مکاری سے اپنا لباس سفید اور نامہ اعمال سیاہ کر رکھا ہے۔ خواہشات دنیا سے ہاتھ کوتاہ کر آتیں بس رہی تو کیا اور چھوٹی رہی تو کیا"

ابن میمن کے قطعہ کی بجز بڑی ہی ہے اور سعدی نے چھوٹی بجز اختیار کی ہے۔ اس حساب سے سعدی کے چاروں مصرعے ابن میمن کے تین مصرعوں کے برابر ہیں یعنی ابن میمن نے جس مضمون کو (۵۶) ارکان لفظی میں ادا کیا ہے سعدی نے صرف (۴۴) ارکان میں ادا کر دیا۔ آدووں بزرگوں کے اشعار کا تجزیہ ملاحظہ ہو۔ ابن میمن نے اظہار ریا کے لئے "شدہ ظاہر پرست" فرمایا۔ سعدی نے وہی مطلب لفظ "تاموس" سے نکال لیا۔ یہ ایسا حاوی لفظ ہے کہ اس میں اظہار مستحیت و وقعت اور پوزیشن سب موجود ہے۔ ابن میمن فرماتے ہیں "باطلت آباد کن" نے پہلے شعر میں ایسی کوئی ترغیب نہیں دی ہے مگر جس اسلوب سے تنبیہ یا کاری ظاہر فرمایا ہے اس

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دل پاک کرنا چاہئے اور اس لئے اس نصیحت کی اس شعر میں کوئی کمی بھی نہیں معلوم ہوتی۔ ابن عیین نے نتیجہ ریا اس پورے مصرع میں ظاہر کیا ہے "خرقہ پاکت چرسوہ گردنت پاک نیت" سعدی نے صرف تین لفظ "نامر سیاہ کردہ" میں ظاہر کر دیا۔ ابن عیین کے اس شعر میں مختلف الفاظ "کن - شدہ - نیت" آئے ہیں۔ سعدی نے صرف ایک فعل "کردہ" کے تحت میں "جامہ سفید و نامر سیاہ" تحریر کئے ہیں اور انہیں صفت تضاد بھی بڑی بے تکلفی سے استعمال کی ہے۔ ابن عیین کے اس شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ظاہر پرستی آیا لوگوں کے دکھانے کی غرض سے ہے یا محض نمود و نمونہ کا جھٹ ہے اور اصل میں یہ غرض نہیں کہ لوگ اس کو اچھا سمجھیں۔ برخلاف اسکے سعدی کے شعر میں لفظ "ناموس" نے اور اسکے ساتھ "تہرینداخت" نے یہ خیال واضح کر دیا ہے کہ لوگوں میں اپنی مشیت قائم کرنے اور ہوا باند بننے کے لئے ظاہر پرستی اختیار کرنے پر یہ پہنچی کسی ہے۔

دوسرے شعر میں ابن عیین نے استعارہ و کنایہ کے پیرایہ میں راہ خلوص پر گامزن ہونے اور ظاہر پرستی ترک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور بطور نتیجہ یہ فرماتے ہیں کہ جو بے لاگ اور بے لوث نہیں ہوتا وہ راہ خلوص آسانی طے نہیں کر سکتا۔ سعدی نے بھی استعارے استعمال کئے ہیں "گروہ بہت عالم ہر جن میں دست کوتاہ و آستین کوتاہ و دراز" براہِ مزہ سے جسے میں۔ علماء و مشائخین اپنی عیادت کی آستینیں چھوٹی رکھا کرتے تھے۔ خواجہ حافظ نے غالباً سعدی کے اسی شعر کو دیکھ کر علمائے ظاہری پر یہ فقرہ کہا ہے۔

یورہ دلق طمع گسندنا دارند	دراز دستھی اس کو تہ آستیناں میں
ابن عیین کے قلم میں بہ نظر سرسری کوئی نقص نظر نہیں آتا مگر سعدی کی نصیحت و بلاغت میں سعدی کا ہی حصہ ہے جکا اندازہ اہل ذوق کر سکتے ہیں۔ ابن عیین نے ان دو شعر و نہیں سات افعال استعمال کئے ہیں اور سعدی نے صرف دو افعال کے تحت سب کچھ کہ دیا۔	
اسی مضمون پر سعدی کا ایک اور بھی قلم ہے جس میں ظاہر پرست علماء و مشائخین کے علاوہ شیخی باز مغلسوں کا بھی خوب خاک اڑایا ہے۔ فرماتے ہیں۔	
اسے درونت برمنہ از لقموے	کز بزدوں جاہر ریا داری
پردہ مہفت رنگ را بگزار	تو کہ در خانہ بوز ریا داری

یسے تمہارا دل تو پر حیرت کاری سے خالی ہے ظاہر آخرتہ سخت پہن رکھا ہے تمہارے گہریں
تو بویا بچھا ہو اور دروازے پر سات رنگ کا پردہ لٹکار رکھا ہے۔ اسے نکال کر دھینکو۔

ہر کہ زود بر آید ویر میاید

ابن یمن

شندم کہ روزے درخت کدو
بدو گفت سروا بہقنا و سال
رسیدم بیک ماہ کتہ کنوں
جوابش جنیل داد و سہی
نیار و بجز تنہ باد حنزاں
بہ بالائے سر و سہی بر زوید
ترا چرخ گرداں بد آنجا کشید
بجائے کہ قد بلندت رسید
بہ نوعت کہ گوش خرد نشوید
میان من و تو تفاوت پدید

سعادی

گوئید بر کنار چنار سے کہ وینے
پر سید از چنار کہ تو چند روزہ
خدیو گفت من ز قد تو بہ بست روز
دادش چنار پاسخ خوبے کہ در گزر
وز او چو بر من و تو وز دنا د ہر گان
بر رست و بردوید و بر آد بر رست
گفتا بدان کہ سال مرا بیشتر ز سی
بگو مشتمہ ام۔ بگو کہ ترا کا ملی حست
کار روز با تو ام نہ خصوصت نہ وادری
انکہ شود پدید کہ نامر و در و کست

ابن یمن کہتے ہیں میں نے سنا ایک روز کدو کی بلی سرو چڑھ گئی ان سے کہا لے سرو سترویا
میں آسمان نے تجھ کو وہاں تک پہنچایا۔ جہاننگ تیرا قد بلند پہنچا ہے۔ وہاں ہر ایک پہننے سے ہی
کہ میں پہنچ گئی۔

سرو نے یہ جواب اس کو اس طریقہ سے دیا کہ گوش خرد نے ہی ایسا چہا جواب میں سنا
خزان کی تیز جو اے ہوا مجھ میں خدیوں کوئی چیز فرق ظاہر نہیں کر سکتی
سعادی کہتے ہیں "ایک چنار کے قریب ایک کدو کی بلی آئی۔ بڑھی اور سین میں
اوپنی نکل گئی اس نے چنار سے پوچھا تیرا کیا عمر ہے۔ (چنار نے) کہا یہ سمجھو کہ تیرے
زیادہ مجھ ہو گئے (کدو کی بلی) مہنٹی اور کہا میں میں ہی دن میں تیرے قد سے
اوپنی ہو گئی
مجھ میں یہ کا ملی کیوں ہے۔ چنار نے اس کو دیر سے دار جواب دیا کہ پہننے سے۔ آج میں تجھ سے
کوئی بحث اور ذکر نہیں کرتا۔ کل جب ہم پر باد خزاں چلے گی یا سوت معلوم ہو جائے گا کہ کدو کی بلی

اور نامزد کون

ابن میمان کے قتلہ کی بجز چھوٹی ہے اور سعدی کے قتلے کی بڑی لیکن اس قدر زیادہ بڑی نہیں ہے جتنا زادہ مضمون سعدی نے اس میں کہا یا ہے۔ کسی حکایت کی خوبی یہ ہے کہ مختصر عبارت میں تفصیلی واقعات یہ تکلف ظاہر کر دے جائیں۔ سعدی کے قتلے کی بھی یہی کیفیت ہے۔ نہایت سلیس زبان میں کل سوال و جواب آگئے ہیں۔ اب لفظی مقابلہ بشیخ ملاحظہ ہو۔

ابن میمان نے حکایت کی ابتدا "سنیدم" سے کی ہے۔ سعدی نے گونید لکھا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بیان اشیاء یا حیوانوں کے متعلق جو حکایات بطور تمثیل بیان کی جاتی ہیں انھیں لے کر "سنیدم" کی بجائے کہتے ہیں "زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ لفظ سنیدم سے حکایت کی صحت کا زیادہ پہلو نکلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بالکل سچا واقعہ ہے اور شاعر نے خود اپنے کانوں سے یہ گفتگو سنی ہے اور اس طرح منظم خود اس کے راویوں کے سلسلہ میں آجاتا ہے جو ایک خلاف واقعہ امر ہے۔ ابن میمان نے "دوڑنے" لکھا ہے جو واقعات کے لحاظ سے بھرتی معلوم ہوتا ہے۔ سعدی کے قتلے میں اظہار وقت و واقعہ کے متعلق کوئی اس قسم کا لفظ نہیں ہے ابن میمان کے شعر میں "درخت کدو و سرور سہی" دونوں بغیر ایسے وحدت کے لئے گئے ہیں اس سے مضمون میں کمی ہو گئی۔ سعدی نے "خار و کدو و بن" کیساتھ ایسے وحدت استعمال کی ہے جسکی ضرورت تھی ابن میمان نے "درخت کدو" سے تر فرمایا اور سعدی نے "کدو بن" اگرچہ دونوں نے کدو کی بیل کے لئے دوہری لفظ استعمال کئے ہیں مگر سعدی کے دو لفظ ترکیب کے اعتبار سے ایک ہی مرکب لفظ ہے۔ نیز مقابلہ "درخت کدو" کے "کدو بن" زیادہ مختصر ہے اس میں پانچ ارکان لفظی ہیں اور اس میں چار۔ پھر انہیں ایسی وحدت شریک ہے۔ جسے معنی میں اضافہ کر دیا۔ ابن میمان نے دوسرے شعر میں درخت کدو کی زبانی سرور کی عمر اس طرح ظاہر کر دی ہے گویا اس کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ ستر برس کا ہے یہاں ضرورت سوال کی تھی ابن میمان کے اس شعر میں الفاظ "خارج گرداں" بھی بہرتی ہیں۔ ذرا سی لکھتے ہیں ان الفاظ کے بغیر بھی معنی پے ہو سکتے تھے ابن میمان کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ "تجاویکہ قد ہذبت رسیہ" حسو و کرا ہے۔ یعنی اگر درخت کدو کے بیان کی نثر بنائی جائے تو

تو یہ ہوگی۔

”بد و گفت سر را ترا برفتہ و سال چرخ گرداں بد آنجا کشد۔ کیوں کمتر نیک ماہ بد آنجا“

”رسیدم“

اسکے بعد مصرعہ مذکور کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ابن میاں کے دوسرے تیسرے شعریں کہ دو کی جانب سے سرو کی عمر اور اپنے جلد بیٹھنے کا ذکر ہے۔ سوال و جواب نہیں ہے۔ سعدی کے دوسرے تیسرے شعریں درخت کد کا استفسار جناب کا جواب۔ کد کا اعتراض اور طنز و تعریض سب موجود ہے اور ان دو شعرو میں بڑا مضنون آگیا ہے ابن میاں کے چوتھے شعریں ”سرو“ کی صفت سہمی ”کہا جا چکا تھا تو بار بار اسکے دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ ابن میاں نے سرو کے جواب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ”بہ نوحیکہ گوش خرد نشنویذ“ جس میں حد سے زیادہ مبالغہ ہے۔ سعدی نے ”یا سخ خوبے“ کہا ہے اور یہ بالکل کافی ہے نہ یہ کہ ایسا جواب جو آج تک کسی عقلمند نے نہیں سنا۔ ابن میاں کا چوتھا شعر سرو کے جواب کی تعریف ہی تعریف میں ختم ہو گیا ہے۔ سعدی کے چوتھے شعریں چار کے جواب کی توصیف ایک مصرعے میں کر دی گئی اور چار کے جواب کا ایک جزو بھی اُس میں بیان کر دیا گیا۔

ابن میاں نے پانچویں شعریں سرو کا جواب ادا کیا ہے۔ جبکہ جواب ابن میاں کے اس شعریں ہے اُس سے کیتقد زیادہ مل جواب سعدی کے پانچویں شعریں موجود ہے۔

دونوں صاحبوں نے بادخراں کو فیصلہ کر نیوالا اور پردہ حقیقت کا اٹھانیوالا تحریر کیا ہے لیکن سعدی کے شعریں دو باتیں زاد ہیں ایک تو لفظ ”زدا“ جسکی یہاں سخت ضرورت تھی اور اسے شعریں ایک خاص در پیدا کر دیا ہے۔ دوسرے یہ جملہ کہ ”نامرد و مرد کسیت“ موقوفہ کا اقتضا یہی تھا کہ ایک چھپوے اور سنس ہنکر چھپر نیوالے کو ایسا ہی دندان شکن جواب دیا جاتا۔ صرف اسقدر کہد تیا کافی نہیں ہے کہ مجھ میں تجھ میں جو فرق ہے وہ بادخراں ظاہر کر دیگی۔

نیک و بد کیساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے

ابن میاں

در اتسات آن کوش و در مراعاتش
کہ روزگار کند بہر تو مکا فاعتش

کسیکہ با تو نکونی کند چو بتوانی
وگر بدی کند ادرا بہ روزگار سچار

وگر خلاف کند درو شمش آنگن خاک کہ زنگ خوردہ نگرود مگر بہ سومن پاک	کیکہ لطف کند با تو خاک پائش باش سخن بلطف و کرم بادشت خوں گلو
<p>ابن میمن کہتے ہیں "جو شخص تمہارے ساتھ نیکی کرے جہاں تک ہو سکے تم اسکی خاطر مدارات کرو اور اگر بدی کرے تو اس کو زمانہ کے سپرد کرو۔ زمانہ تمہاری طرف سے خود اس سے بدلہ لے لیا" سعدی کہتے ہیں "جو تہک سے ساتھ مہربانی کرے تم اسکی خاک پا بجھاؤ اور اگر جھگڑا کرے تو اسکی آنکھوں میں خاک جھونکو۔ بد طینت آدمی کیساتھ نرمی و اخلاق سے بات مت کرو کیونکہ زنگ آکودہ چیز بزمین کے اور کی سطح صاف نہیں ہو سکتی"</p> <p>ابن میمن کا یہ مصرعہ "کیکہ با تو کونی کند" ایک ناکمل جملہ ہے۔ سعدی کا مصرعہ "کیکہ لطف کند" مکمل فقرہ ہے۔ جس سے پورے معنی نکلنے ہیں۔ ابن میمن نے شعرا دل میں یہ بتایا ہے کہ نیکوں کے ساتھ کی سطح میں آنا چاہئے۔ سعدی نے اپنے پہلے شعر کے صرف مصرعہ اولیٰ میں یہی معنی ادا کر دیا اور اسطرح سعدی کا ایک مصرعہ ابن میمن کے ایک شعر کا مقابلہ کر رہا ہے ابن میمن نے نیکوں کے ساتھ خاطر و مدارات کی نصیحت کی ہے سعدی کہتے ہیں کہ خاک پائش باش" یہ بڑا بلند فقرہ ہے اور ان الفاظ میں مختار بڑی گنجائش ہے۔ اسات و مدارات و لطف و کرم عاجزی و انخاری سب پر حاوی ہے۔</p> <p>دوسرے شعر میں ابن میمن نے بروں کیساتھ برتاؤ کو نیک طریقہ لکھا ہے سعدی نے پہلے شعر کے مصرعہ ثانی میں یہ مطلب ادا کر دیا ہے اور اس لحاظ سے سعدی کا یہ ایک مصرعہ بھی ابن میمن کے پورے شعر کا جواب ہے۔</p> <p>اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دونوں صاحبوں نے کیا نصیحت کی ہے اور کس کی نصیحت قابل عمل ہے۔</p> <p>اس بارہ میں دونوں متفق ہیں کہ نیک کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ بروں کیساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ ابن میمن کہتے ہیں کہ زمانہ کے حوالہ کرو۔ سعدی کہتے ہیں کہ آنکھوں میں خاک جھونکو۔ "میسے جیسے کو تمہا جواب دو ابن میمن کہتے ہیں زمانہ خود اس سے بدلہ لے لیا۔ سعدی کہتے ہیں بد معاش کیساتھ سیدھی طرح بات ہی مت کرو۔" یعنی لاتوں کا دیو باتوں سے نہیں ماننا۔ ابن میمن کا ارشاد اگرچہ بہت ہی خلیقانہ ہے اور بظاہر اچھا اصول کہتے</p>	

برے کیساتھ برائے کر ہر موقع پر یہ طریقہ کام نہیں دیکتا۔ علاوہ انہیں دنیا کے کام ایسی باتوں سے نہیں چلتے اس قسم کی نصیحت صرف کافروں ہی کو پہلی معلوم ہوتی ہے۔ اسپکا رہنموانا انسانی عادت اور نیز سیاست و حکومت کے خلاف ہے اور انفاق کا بھی یہی حقیقی نہیں ہے کہ شہرہ کی رسی دہلی چوڑ دی جائے۔ برے کے ساتھ برائی کے ساتھ پیش نہ آنا گویا اور اسکی اعانت کرنا ہے اجمل شریف میں ارد ہے کہ ”جو شخص تمہارے ایک گال پر پانچ مارے تم دوسرا گال بھی اسکے آگے کر دو“ اگر کسی پادری صاحب کو کہنے اسپر عمل کرتے نہیں دیکھا۔ اسیں شک نہیں ہے کہ بعض اوقات بروں کے تقابلی برائی کرنا خاف مصلحت ہوتا ہے اور اگر کوئی کتا کاٹے تو اسکے جواب میں کاٹ کھانا انسان کا شیوہ نہیں مگر اسکے ساتھ ہی انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے برے کو بغیر سزا دے چوڑ دینا اس سے برا ہے اور بالفاظ دیگر نظام کی اعانت کرنا اسکے ضرورت اسکی ہے کہ جب ضرورت ہو تو ٹیڑھی انگلیوں سے کھی نکالے اور سانپ کا سر کھلے۔

حَد

ابن یمن

لے دل آسودہ ہیں باشک باکے نمود
صبر کن بر حد حاسد و لٹا د بڑا
گر بروئے تو جسودے بر جسودی نگر
کاں بد اندیش خود از رخ حد جاں نبرد

سعدی

الانا خواہی بلا بر حسود
چ حاجت کہ باوے کنی دشمنی
کہ او بخت برگشتہ خود در بلاست
کہ وے را چنین دشمنے در خفاست

ابن یمن کے قطعہ کا مطلب ہے کہ ”اگر کوئی حاسد تم سے حد کرے تو کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے تم بیفکر رہو۔ حاسد کے کئے پر صبر کرو اور خوش رہو کہ وہ بداندیش خود حد کے بیخ سے جانبر نہ ہوگا“ سعدی کہتے ہیں ”خردار۔ تم حاسد کو تکلف پہنچانے کا ہرگز خیال مت کرنا وہ بد نصیب خود مصیبت میں گرفتار ہے۔ تم کو اس سے دشمنی کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ اسکے پیچھے بہت بڑا دشمن لگا ہوا ہے۔

ابن یمن نے پہلے شعر میں مسود کو بیفکر بننے کی تاکید کی ہے مگر وجہ ظاہر نہیں کی کہ کیوں بیفکر ہے۔ سعدی نے پہلے شعر میں یہ تاکید کی ہے کہ حاسد کو بلا میں مت پھانسو اور اسکی وجہ بھی بتا دی کہ وہ خود ہی گرفتار ہوا ہے۔ اس اعتبار سے سعدی کا شعر ابن یمن کے شعر سے زیادہ معنی خیز ہے

ابن یمن نے دوسرے شعر کے مصرعہ اولیٰ میں اسی بات کا اعادہ کر دیا جو شعرا دل میں کہی تھی اس مصرعہ سے بجز تھوڑے سے لفظی تغیر کے کوئی خاص اضافہ نہ ملتا ہے اور مطلب میں نہیں ہوا لیکن بحیثیت مجموعی یہ پورا شکل شعر ہے۔ اس کے مصرعہ اولیٰ میں حَسَد پر صبر کرنے اور خوش رہنے کی تلقین ہے اور مصرعہ ثانی میں خوش رہنے کی وجہ بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ حاسد مرضِ حَسَد سے جان بزنہ ہو سکے گا۔ سعدی کا دوسرا شعر سرسری نظر میں پہلے شعر کا ہم مطلب معلوم ہوتا ہے لیکن عجز سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس شعر میں مطالب کو ترقی دینگی ہے اور پہلے شعر میں جو الفاظ تشریح طلب تھے انہی وضاحت کر دی گئی ہیں یعنی ”بلا خواہی“ کی تشریح اس مصرعہ سے کی گئی ”چہ حاجت کہ باوے کنی دشمنی“ اور ”خود در بلاست“ کی توضیح یوں کی گئی ”کہ دے را چنین دشمنی در تنہا است“ ابن یمن کے شعر کی بندش کچھ زیادہ پختہ نہیں ہے۔ پہلے شعر میں ”حسودے مجسودی نگر“ اور دوسرے شعر میں ”حسدا حسد“ خلاف فصاحت ہیں۔ حسود کا کام حسودی ہے۔ اس لیے ”حسدا کا حسد“ بھی ایک محلِ چیز ہے۔ اس قسم کے مضاف و مضاف الیہ ایچھے نہیں سمجھے جاتے۔ سعدی کے قطعہ میں الفاظ ”الاتا خواہی نہ بہت زور پیدا کر دیا ہے۔ ابن یمن نے ان اشعار میں دو جگہ حاسد و حسود اور تین جگہ لفظ حَسَد تحریر کیا ہے سعدی نے ایک جگہ ”حسد“ استعمال کیا ہے۔ رز و ضار و بلا و دشمنی وغیرہ الفاظ سے حاسد و حسود کے معنے لے لے ہیں۔ بار بار وہی الفاظ نہیں دہرائے۔

تقدیر و تدبیر

<p>بروزے است اندر افکند خست بدست خود از راه حکمت سرشت چہ بود نیہایا یکا یک نوشت کہ این کار خوبست و آن کار زشت بہر آنکس کہ بیخ شتر خار گشت چہ اصحاب مسجد چہ اہل کشت</p>	<p>خدا یکہ بنیاد سستیت داد گل بکیرت را چہل باد داد قلم را بفرمود تا بر سرت نزدیک کہ گوید ترار و زحمت نذر طبع رسنن شاخ عود چو از خط فرمائش بیرون نیند</p>	ابن یمن
<p>خود را شگفت آید از عدل او کہ این را وہد و وزخ آن را بہت</p>		

سعدی

<p>اگر خدائے نہ باشد ز بندہ نشیند قضاے کن فیکون است حکم بار خدا قلم بہ طالع میوں و نجت بد رفت است گنہ نبود و عبادت نمود و بر سر خلق مقدراست کہ از ہر کسے چہ غیبل آید نہ رنگ حاریتی بود بردن فرعون خزانہ و راہ ندادہ کجا رود بخت</p>	<p>شفا عت ہمہ معیبراں ندارد سود بدیں سخن سخنے در نمی توان افزود اگر تو خشم کنی اے پسر دگر خوشد بنشستہ بود کہ این ناجی است و آن درخت مقل نہ خرمادید نہ شفا بود کہ صعیل دید بیضا یا میش نہ ز رود بہ بست دیدہ مسکین و دیدنش فرمود</p>
---	--

ابن یمن نے مسئلہ تقدیر و تدبیر کو ایک اعتراضی شکل میں نظم کیا ہے اور ایک بڑے مضمون کو عہدی سات شعروں میں ادا کر دیا ہے۔ یہ قطعہ ابن یمن کے بہترین قطعہات میں سے ہے اور لہجہ طبع و تسلسل مضامین اس میں کوئی نقص نہیں لگا لاجائے۔ سعدی کا قطعہ اگلے دیوان طیبات کی ایک مسلسل غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔

<p>سعادے کہ نہ باشد طمع کن سعدی قلم بہ آمدنی رفت اگر رضا بہ قضا</p>	<p>کہ خود نگاشستہ باشد مشکل است درو دی و گزند ہی بودنی بجز اہر بود</p>
--	---

قطعہات مندرجہ بالا میں دونوں صاحبوں کے طرز ادب میں ایک بین فرق ہے اسلئے لفظاً لفظاً متنہ نہیں ہو سکتا تاہم مطلب و مضمون دونوں کا ایک ہی ہے۔ ابن یمن کے پہلے دو شعر تمہیدی ہیں اسلئے ان کے متعلق کسی توضیح کی ضرورت نہیں ہے سعدی کے ابتدائی دو شعروں کو بھی تمہیدی سمجھنا چاہئے جس میں شفاعت و احکام قدرت کے اہم و وقع مسائل کے متعلق انہوں نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔

ابن یمن کے تیسرے شعر کے مقابل میں سعدی کا تیسرا شعر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا صرف پہلا مصرع ہی ابن یمن کے پورے شعر کا جواب ہے بلکہ جامعیت میں یہ ایک مصرع ہی ابن یمن کے سالم شعر سے بڑا ہوا ہے۔ تشریح ملاحظہ ہو ابن یمن کہتے ہیں "قلم کو حکم دیا اور اسنے تمام میں آنے والے واقعات تمہاری پیشانی پر لکھ دئے" سعدی کہتے ہیں "لیکن تھی و بیغیبی لکھند ہو چکی ہے" ابن یمن نے شنی امور کی کھراحت نہیں فرمائی اگرچہ لفظ "ہمہ" سے تمہیر مبرا ہو گئی ہے مگر نہ سعدی صریح کہہ سکتا ہے۔

۱۲ سے متعلق ایک شعر کا مصرعہ ہے۔ جہاں مشکل کا ۱۲
 اسلئے شفا لاد۔ شفا لاد

”طالع میوں و بخت بد“ سے پوری صراحت کر دی اسکے بعد مصرعہ ثانی میں تقدیر کے اٹل ہونے اور انسان کی مجبوری کا ذکر ہے۔

چوتھے شعر میں ابن میمن نے نیکی و بدی کے متعلق خدا کے مواخذہ کو نا زیبا قرار دیا ہے سعدی کے چوتھے شعر میں اس قسم کا کوئی اعتراض تو نہیں ہے مگر مطلب نکالنا یہی ہے کہ ”جب وقت کسی سے نہ گناہ ہنزہ ہوا تھا اور نہ کسی نے عبادت کی تھی اسی وقت یہ طے ہو گیا تھا کہ یہ ناجی ہے اور وہ ناری“ ایسی حانثیا انسان کا کیا تصور ہے جو اس سے مواخذہ کیا جائے غالباً سعدی نے اس قسم کا بصراحت اعتراض کرنا سوء ادب سمجھ کر قلم انداز کر دیا۔ پانچویں شعر میں ابن میمن کہتے ہیں ”جینے کر لیں کا درخت بو یا ہی وہ کیونکر امید کر سکتا ہے کہ اس سے عود کی شاخ نکلے گی“ سعدی فرماتے ہیں کہ ”مقل کہ درخت میں نہ کجور لگ سکتے ہیں نہ شفا تو“ اس میں صحت لفظی رائے ہے۔ وہاں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ ”شاخ عود نہیں نکل سکتی“ یہاں کہتے ہیں ”نہ کجور آ سکتی ہے نہ شفا تو“ علاوہ انہیں ابن میمن کا یہ شعر متشبیہی تمثیل میں ختم ہو گیا۔ برخلاف اسکے سعدی نے اول یہ دعویٰ کیا کہ ”جو فصل کجور سے سرزد ہوتا ہے وہی اسکی تقدیر کا ثمرہ سمجھو“ اسکے بعد دوسرے مصرعہ میں ایک تمثیل پیش کر کے اسن دعویٰ کو ثابت کر دیا۔ اس سند کو ارسال الفہم کہتے ہیں اس سے شعر میں بڑا لطف پیدا ہوتا ہے۔

ابن میمن کے اس شعر کا ہم مطلب سعدی کا وہ شعر بھی ہے جو تینے قطعے طحہ ہجریہ کیا ہے

سعادتمن کہ نہ بات طمع مکن سعدی | کہ خرد نگار مشہد باشد مشکل است در د

عز کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابن میمن کے شعر سے بڑا ہوا ہے کیونکہ ابن میمن کے شعر میں کوئی دعویٰ نہیں ہے صرف تمثیل ہے اور سعدی کے اس شعر میں دونوں باتیں موجود ہیں چھٹے شعر میں ابن میمن فرماتے ہیں ”جب خدائی کے احکام کی سب اتباع کرے میں تو اب مجد و آل کشتہ زو کو برابر ہیں“ سعدی چھٹے شعر میں کہتے ہیں ”فروع کے دل کا رنگ عارضی نہ تھا اسوج سے یہ بیضیا کی صیقل بھی سکی سیاہی نہ کچھ سکی“ اگرچہ سعدی کا یہ شعر لفظی اعتبار سے ابن میمن کے شعر کے مطابق نہیں ہے۔ مگر سعدی نے ایک شہدائے کشتہ کی مثال پیش کر کے یہ اشارہ کر دیا کہ وہ بھی احکام تقدیر کی اتباع کر رہا تھا۔ ساتویں شعر میں ابن میمن نے انصاف خداوندی پر سخت حملہ کر کے جزا و سزا کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے۔ سعدی نے اپنے ساتویں شعر میں ایسی جرات نہیں کی ہے کہ عجز انسانی کا

ایک ایسا دروازہ منظر میں کیا ہے جو ابن یمن کے حیرکی اعتراض سے زیادہ موثر ہے۔ فرماتے ہیں۔
 ”بلا یا قرآنے کو راستہ نہ دیا۔ بد نصیب کہاں جائے۔ عرب کی آنکھیں تو بند کر دیں اور حکم دیا کہ دیکھ
 نہ کورہ بالا مقابلے سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔“
 اول کہ ابن یمن کے قطع میں سدا جو تقدیر ایک مکمل شکل میں دکھایا گیا ہے سعدی کے قطع میں یہ
 بات نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن یمن کے قطع کا اخذ غالباً سعدی ہی کے اشعار میں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہی جو قطع
 سعدی کو ابن یمن پر وقت ہے۔
 تیسرے یہ کہ جو مضمون ابن یمن نے پورے ایک شعر میں بانڈا ہے وہ سعدی نے ایک ہی مصرع میں
 نظم کر دیا ہے جو کمال بلاغت ہے۔
 چوتھے یہ کہ ذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کا ایسے پیرا میں بیان کرنا جس سے دہگاہ الہی میں بے ادبی ظاہر
 ہوتی ہو۔ مناسب نہیں ہے۔ اسی خیال سے حافظ فرماتے ہیں۔

گناہ اگرچہ نہ بود اختیار ماحافظ
 تودر طریق ادب کوش گوگناہ من است
 علامہ شیدائی بھی مولف احوال ابن یمن اسی قطع کی بنا پر انکو مذہب گویا شبیہ بعقیدہ دے پورا
 قرار دیتے ہیں۔

ایمان و دولت کو غنیمت سمجھنا اور کچھ اچھا کام کر لینا

ابن یمن	کوش تاویل آنا دہ بدست آری گر کہ فرصت امکان زد دست بگریزی	چو روزگار بکام تو گشت و دولت یا مباش یک نفس از کار خویش غافل
سعدی	پر دتے زمین بریکے میدہ اماں کامیں بلخ عمر گاہ ہمار است و گہ خزان	ہر فوہے نظر بریکے میکند سپہر بیخے نشان کہ دولت با قیمت بردہ
ابن یمن کے قطع کا مطلب ہے ”جب زمانہ تمہارے موافق ہو اور دولت تمہارا ساتھ دے تو اس بات کی کوشش کرو کہ کسی آناز کا دل خوش کرو۔ اپنے کام سے ایک منٹ بھی غافل مت رہو ایسا نہ ہو کہ سلا مسلمانوں نے ملکہ جو اختیار کی گئی کہبت اچھی طرح سلجھا ڈیلا ہے جس سے ہر انسانی دفتر کو گناہی کہ مشق تمام کو کر لیں ہو جائے ہیں جو کچھ یہ موقع اس بحث کے چھڑنے کا نہ تھا اسلئے ہم نے حاضر فرمائی نہ کی ۱۲		

موقعہ ہاتھ سے نفل جائے۔

سعدی کہتے ہیں کہ "آسمان کبھی کسی پر نظر عنایت کرتا ہے اور کبھی کسی پر۔ زمین کبھی کسی کو امن دیتی ہے اور کبھی کسی کو۔ چونکہ عمر کے باغ میں کبھی بہار ہے اور کبھی خزاں۔ اسلئے تم کوئی ایسا درخت لگاؤ جیسا پہلے دولت باقی ہو" خلاصہ یہ کہ کبھی کوئی اقبال مند ہوتا ہے اور کبھی کوئی۔ خدا جب تم کو حسب نصیب کرنے تو ایسا کام کرو کہ رہتی دنیا تک تمہارا نام ہے۔

ابن ہیین نے اقبال و اقتدار کے وقت کسی آزاد کا دل خوش کرنے کی نصیحت کی ہے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس موقع پر ضرورت تھی کہ اس سے زیادہ اہم بات کی تریب و دعوتی۔ دوسرے شعر میں بہت ہی خود غرضی کی تعلیم ہے۔ درغیر ہے کہ ایک منجہبی اپنی غرض سے مت چوکو۔ اپنا ہی بہرنا بھرتے رہو اور اپنے ہی قبح کی غیر مناسے جاؤ۔

اب اس کے مقابلہ میں دیکھئے سعدی نے کیا اعلیٰ درجے کی نصیحت کی ہے کہتے ہیں کوئی ایسا درخت لگاؤ جیسا پہلے دولت ہو یعنی کوئی قوی کام یا معیشت سے والی نیکی کا کام کرو تا کہ رہتی دنیا تک تمہارا نام ہے۔ اس شعر میں "دولت باقی" بہت ہی اچھے الفاظ ہیں۔ یہ قطعاً اس قدر جامع ہے کہ اسکا ہر حصہ ایک ایک شعر کی حیثیت رکھتا ہے دوشعروں میں اتنا بڑا مضمون باندھنا سخت دشوار کام ہے علاوہ اس کے مقابلہ ابن ہیین کے قطعہ کے بلحاظ عمدگی طرز بیان مناسبت الفاظ اور جوش ہر پہلو سے بہت بڑا ہوا ہے۔

ابن ہیین	باغبانے بقیشہ می انبود چہ رسید است از زمانہ ترا گفت پیراں شکستہ دہر اند	گفتم اے کوزہ پشت جامہ کبود پیرناگشتہ در شکستی زود در جوانی شکستہ باید بود
سعدی	چہ سود از زودی انجھہ توبہ کردن بلند از میوہ گو کوتاہ کن دست	کہ نتواند کند انداخت بر کاخ کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ

ابن ہیین کے قطعے کا یہ مطلب ہے کہ۔ ایک مالی بقیشتہ لگا رہتا ہے اس سے وہاں نیلے پلے کپڑے کپڑے زمانہ کے ہاتھوں تجھے ایسا کیا حد رہنچا کہ بڑے بڑے سے قبل ہی تو بڑا ہو گیا۔ اس سے جواب یا جوانی میں ٹوٹا ہو (کاغذ) رہنا چاہئے ورنہ بڑا ہوا تو خود ہی عاجز کر دیتا ہے" اس قطعہ کے پہلے شعر میں کوزہ پشت کی صفت "جامہ کبود" بالکل بھرتی ہے اور اخیر شعر میں یاغبان کا جواب محض لطیف ہے

عاجزی ظاہر کرنے کے لئے کبڑا بجانا جھوٹی نمائش ہے۔ عجز و انکاری اور ممنوعات سے پرہیز کرنا دلچ منصر ہے نہ کہ جسم پر اگرچہ بعض اوقات ظاہر پر باطن کا قیاس کیا جاسکتا ہے مگر تمثیل ایسی نہیں ہے سعدی کہتے ہیں۔ "چوری سے اسوقت تو بہ کرنے سے کیا فائدہ۔ جب محل پر کند ڈالنے کی قوت ہی نہ رہے۔ لیسے آدمی سے کہو کہ میوہ نہ توڑے۔ ٹہنگے آدمی کا ہاتھ تو خود ہی شلخ تک نہیں پہنچ سکتا ابن میمن نے جو بات تین شعروں میں بھی صاف طور پر نہیں کہی ہے۔ سعدی کے دونوں شعروں میں غلطیہ علمدہ وہی بات موجود ہے علامہ اسکے مثالیں نہایت ہی عمدہ ہیں سعدی کا کا ایک شعر اور بھی اسی مطلب کا موجود ہے۔ جو جامعیت کے اعتبار سے ابن میمن کے پورے قطعہ کا جواب ہے۔ کہتے ہیں۔

جان گوش نشین شیر مرد راہ خداست کہ پیرو خود نتواند ز گوشہ بر خاست

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جوانی میں گوش نشینی اختیار کر لے اُسے بھوکہ خدا کی راہ کا شیر ہے ورنہ بڑا دیا تو خود ہی کونے میں بٹھا دیتا ہے۔

بڑے کی شادی

ابن میمن

گفتن ترک این ہوس خوشتر
با جوانیش یک نفس خوشتر
جنس با جنس ہم نفس خوشتر

پیر مردے زن جوان می خاست
زانکہ از عمر جاوداں با پیر
گرچہ مرغند جلد مرغان لیک

سعدی

خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گد و خجست
.....
.....

شندہ ام کہ دریں روزہ کہن پیرے
.....
.....

ابن میمن کے قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑا آدمی جو ان عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ سینے اُس سے کہا کہ یہ ہوس ترک کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ جو ان عورت کو کسی بڑے کیساتھ ہم عمر ہو رہے ہے جو ان کیساتھ ایک منٹ گزارنا پہلا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ تمام پرندے پرند ہی میں مگر مرغش اپنی ہم جنس کے ساتھ ہی چبے ہیں رہنا پند کرتی ہے۔

سعدی کا قطعہ پمصلحت ہم نے پورا نہ لکھا۔ اکثر اہل ذوق کو یہ قطعہ یاد ہے جن صاحبوں کے

خیال میں ہنر و گلستان کے چھٹے باب میں ملاحظہ فرمائیں اور مقابلہ کریں ابن میمن کا قلعہ اس کا پانگہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ہے بعض صاحب یہ کہیں کہ سعدی نے اس قلعہ میں خلاف تہذیب مضمون باذہ سے ہیں۔ جبکہ وجہ سے ہر موقع پر اس کے لکھنے پڑھنے میں تامل ہوتا ہے مگر بعض موقعے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ واخط و ناصح کو دائرہ تہذیب سے باہر ہو جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ موقع بھی ایسا ہی تھا اگر سعدی دستور العمل زندگی جیسے مکتبوں میں یہ مضمون نظر انداز کر جائے تو اخلاق و معاشرت کا ایک بڑا پہلو تاریکی میں رہ جاتا۔ خلاصہ یہ کہ سعدی نے سات شعرو میں وہ وہ مضامین استعارہ و کنایہ کے پیرائے میں ادا کئے ہیں کہ انہی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ بڑے بڑے تھے ناول، اوزان میں اس پر مرتب ہو گئی ہیں۔

روزنی مطنہ اور موت سے خوف مینا

ابو یمن	چوں رسد روزی بوقت خویشتم	زحمت جہنم چرا بر خود ہنی
	بے اجل چوں کس نخواہد مرد نیز	نیست غم گرتن بر آتش می دہی
سعدی	رزق ہر چند بیگیاں بوسد	شرط عقل است جستن از دردا
	گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دمان از دردا

ابن میمن کہتے ہیں "چونکہ روزی اپنے وقت پر آپ پہنچ جاتی ہے پھر تم تلاش کی تکلیف کیوں گوارا کرتے ہو۔ بغیر موت کے چونکہ کوئی مر ہی نہیں سکتا اسلئے اگر تم آگ میں بھی کود پڑو تو یہی کہہ ڈ نہیں ہے" سعدی کہتے ہیں "اگرچہ رزق مشک پہنچ گیا مگر شرط عقل یہ ہے کہ جا بجا تلاش بھی کرو۔ بے موت کے اگرچہ کوئی مرنا بھی نہیں مگر تم خود تو از دہے کے میں مت جاؤ"

ابن میمن کا قلعہ عقل و تہذیب کے خلاف ہے۔ پہلے شعر میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ توکل کی تعریف ہے مگر جو لوگ اسی کو توکل سمجھتے ہیں کہ بغیر ذمہ داریوں ہلائے کونے میں بیٹھیں اور میں خدا ان کو رزق پہنچا دیکر انکا خیال ایک حد تک درست نہیں ہے سعدی کا شعر مذہب و عقل کے موافق ہے۔ خاندان قرآن مجید میں ہر ذی حیات کے لئے روزی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اسکے ساتھ تلاش کی شرط لگی جوتی ہے ابن میمن کے دوسرے شعر پر بھی اعتراض عائد ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ تعلقو یا ایک پر ابلی التھلمہ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت پڑو۔ اور عقل کے بھی خلاف ہے اگر کوئی شخص ہے بنا

میں گرڑے آگ تو خواہ مخواہ اسکو جلائے گی۔ بمقابلہ ابن مین کے سعدی کی لئے ہمارے لئے عملی زندگی میں ہر طرح مفید ہے سعدی کے قلم میں لفظ "ازورہ" اور ازورہ "میں جس میں مرکب خطی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

انسان کہی دنیا سے سیر نہیں ہوتا

ابن مین

طبع انسانی براں مقصود نشد
کے تو ان کو دن سبوسے پر ز آب
کو زد دنیا می نخواهد گشت سیر
کا نچہ از بلا در آید شد ز زیر

سعدی

آن شنیدستی کہ در صحرائے عجز
گفت چشم تنگ دنیا دار را
باز سالاسے بنیفا د از ستور
یا قناعت پر کند یا خاک گور

ابن مین کہتے ہیں "انسانی طبیعت میں یہ نقص واقع ہوا ہے کہ دنیا سے کبھی سیر نہیں ہوتی اس لئے اُس گھڑے کو پانی سے کیونکر بھر سکتے ہیں جس میں اوپر سے ڈالیں اور نیچے سے نکل جائے" ابن مین نے تمثیل اچھی دی ہے مگر ایک آدھ صورت ایسی بھی ہے جب یہ گھڑا بھر جاتا ہے۔ اُسکا ذکر انہوں نے نہیں کیا۔ چوتھے مصرعوں میں حروف زائے مجملہ کی جگہ دو لائے گئے ہیں انہیں زبان اٹکتی ہے۔ اب اسکے مقابل میں سعدی کے قلم کو ملاحظہ فرمائیے۔ کس عمدگی سے ایک نہایت دلپذیر پیرایہ میں یہی بات بیان کی ہے۔ کہتے ہیں "تسے یہ سنا ہوگا کہ غور کے رنگین میں ایک بجا رہا بل سے گر پڑتا تھا اسوقت اُس نے کہا کہ دنیا دار کی حریفیں آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی کھانا یا با سلوب سعدی کو طاب ہے جکا جواب نہیں۔ ایک خواہ وہ جو ملکوں ملکوں خواہش زر میں مارا مارا پھرتا ہوا اُسکا جنگل بیابان میں بل سے گر پڑنا، تمام امیدوں پر پانی پھر جانا اور حالت مایوسی میں یوں کہنا کہ دنیا دار کی حریفیں آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی یا ایسا لطیف مضمون ہے کہ آنکھوں کے سامنے تمام واقعہ کا نقشہ پھر جاتا ہے اور خیال کئے سے دل پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اگر یہی مضمون ایک کتاب میں ادا کیا جائے تو یہی اتنا دلنشین نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے قناعت کی تعلیم اس سے بہتر پیرایہ میں دینا ممکن نہیں۔ بہ نسبت کہ تم کھلا نصیحت کے کسی حکایت یا تمثیل وغیرہ کے پیرائے میں جب کوئی بات کہی جاتی ہے تو بہت موثر ہوتی ہے ابن مین کہتے ہیں کہ انسان کی طبیعت کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتی سعدی نے بھی یہی کہا ہے مگر اس میں یہ بات

اور دکالی کد قناعت اور قبر کی خاک سے برہمی جاتی ہے "خاک گور" میں ایک پہلو طرافت کا ہر
اس شخص شہم تنگ کنا یہ حریص سے ہے۔ اس لفظ نے ایک ممنوی خوبی اور پیدا کردی وہ یہ کہ
اول دنیا دار کی آئینہ کو گناہ تنگ کہا بھرا سکی فراخی اور وسعت یہاں تک دکھائی کہ دنیا کی کوئی چیز
سوائے قناعت یا قبر کی مٹی اس کو بھری نہیں سکتی۔ اس میں ایک قسم کی صنعت متصل الصدفین۔

خاموشی

خاموشی بہ بسیار ازین خوشتر است
اگر چه درونش پر از گوہر است

بوقت مصلحت آن بہ کہ در سخن کوئی
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

گفتار اگر در فائدہ کے

خرد مند خاموش بود چون صدف

اگر چه پیش خرد مست خاموشی است

دو چیز طیرہ عقل است دم نر بستن

ابن یمن

سعدی

ابن یمن کہتے ہیں "بات کرنے میں اگر کسی کے اندر سے موتی بھی جھڑپیں تو بھی چپ رہنا اس سے
زیادہ بہتر ہے۔ عقلمند کے سپہ میں اگرچہ موتی بھرے رہتے ہیں مگر وہ سپہی کی طرح خاموش رہتا ہے
اس قطعے میں اچھی باتوں کو بویڑوں سے اور عقلمند کو سپہی سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن جب تک سپہی کو
تورا نہ جائے کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں موتی بھرے ہوئے ہیں یا مٹی۔ جھن خاموش آدمی پر
کیونکر عقلمندی کا اطلاق ہو سکتا ہے ورنہ گونا گوب سے زیادہ خطاب عقلمندی کا ستم ہو گا علامہ
اسکے آریٹ سے لعید ہے کہ گویا گرا گرا کھائے اور ٹوٹا اس سے خواہ کچھ ہی پوچھیں منہ میں گنگنایا
بھرے بیٹھا ہے اور گفتار کا چاہے کیا ہی ہو تو کبوں ہو منہ سے کچھ نہ بھولے جب تک ہم کسی کی
گفتگو نہیں کیے معلوم ہو کہ وہ عقلمند ہے یا بویڑ۔ موتی کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب
سپہی سے نکلے اور آدمی کی عقل اسکی باتوں سے ایمانی جاسکتی ہے۔ مرزا سواد نے بالکل صحیح کہا

کہ اس گہر کی ہیں قدر جو صدف میں

زبان پہ لاشخ خوب تو نہ رکھ دلی میں

اس قطعے پر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ ابن یمن اوروں کو تو خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں
مگر خود خاموش نہ رہے اور یہ نصیحت کی۔ اگر یہ مانا جائے کہ اس قطعے میں مبالغہ ہے اور شاہ کا مقصود
قطعی خاموش رہنا نہیں ہے۔ اہم مبالغہ سے کوئی بات بیان کرنا ہی عیب ہے۔

ایسا کہ مقابل میں دیکھتے سعدی کی نصیحت افسرد جامع ابلغ موافق عقل اور تصور العمل

بنانے کے قابل ہے کہتے ہیں؟ اگرچہ عقلمند کے نزدیک خاموشی ادب میں داخل ہے مگر مصلحت کی وقت مناسب ہے کہ گفتگو بھی کر دو۔ باتیں بہت ہی توفیقی کی میں گفتگو کے موقع پر گفتنی سادہ لینا اور خاموشی کے موقع پر باتیں بنانا۔ ایک اور جگہ بھی سعدی نے خاموشی کے متعلق کئی قدر تفصیل سے فرمایا ہے۔

نظر کر دو ہم پشیم سنے و تدبیر نجوم لب بہ بند و دیدہ بردوز زمانے بحث علم و درس تدریس زمانے شعر و شطیح و حکایات خدایت انکہ ذات ہے مثالش	ندیم بہ ز خاموشی حصالے ولیکن ہر مقالے را مقالے کہ باشد نفس انسان را کمالے کہ باشد دفع خاطر را طالے نگرد ہرگز از حالے بہ حالے
---	--

مطلب یہ کہ "میں نے نظر کر دو تدبیر سے دیکھا مگر خاموشی سے بہتر کوئی مصلحت نظر نہیں آئی۔ میں نہیں کہتا کہ بوٹ بند کر لو اور آنکھیں سی لو۔ ہاں مگر اس کا لہنا ہے کہ ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے ایک وقت علمی مباحثوں اور درس و تدریس کا ہے جس سے انسان کے نفس کو کمال حاصل ہو۔ ایک وقت شعر و شطیح قصے کہانیوں کا ہوتا ہے جن سے طبیعت بھلتی ہے اور طالع رفع ہوتا ہے صرف خدا کی ذات ہے مثال ایسی ہے جو ہمیشہ ایک ہو حال پر ہوتی ہے۔

تھوڑے سے آراہ کے لیے بہت ہی نکتہ نمانی چاہیے

ابن عیین

طعام حریب و شیرین سلاطین جو زانیت زیا قوت و زمرہ بکنج بندگی خاموشش بنشیں	جواب تلخ در بانی شیر زد کہ اینہا کندان کافی شیر زد کہ ملک مصر زندانی شیر زد
ترک احسان خواجہ اولی تر بہ تنائے گوشت مردن بہ	کا احتمال جھائے بو اباں کہ تعاصائے رشت فصا باں

سعدی

ابن عیین کے قطعے کی بجز سنگفہ۔ بندش چھی اور الفاظ بہت مناسب ہیں مگر سینے و مطلب بہت محدود اور کئی قدر ناقص ہے۔

پہلے شعور میں کہتے ہیں "باوشاموں کے ہاں کے میٹھے اور مرغز کھانے اس قابل نہیں کہ ان کے ذرا ذرا

کے کر وے جواب سے جائیں، اس شعر میں صفت تضاد ہے۔ الفاظ شریں و تلخ ایک دوسرے کی ضد میں بات اچھی کہی ہے مگر صرف ادنیٰ بلقے کے لوگوں کے لئے کارآمد ہے جو کھانے کے بارے پاہیوں کے دیکھ کر کہتے پھرتے ہیں۔ ایک سیکے مقابل میں سعدی کے پہلے شعر کو دیکھتے کہتے ہیں ”دربانوں کی جفا برداشت کرنے سے امیر کے احسان پر لا حول پڑ دینا بہتر ہے“ یہی مصرعوں لفظ ”احسان“ بہت ہی بلیغ ہے اور نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ ایسے ہی لفظ ”تجنا“ بھی بہی طرح و مناسبہ احسان کے ضمن میں کہا نا، مینا، نوکری چاکری سخی سفارشی۔ نین دین سب لگنے اسی طرح جناس جواب تلخ۔ و مکناسیلی۔ لیا ڈکی۔ بد زبانی سب موجود ہے اور مقابلہ ابن مینا کے شعر کے۔ اعلیٰ ادنیٰ سب دوسرے کے لوگوں کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہے۔

دوسرے شعر میں ابن مینا کہتے ہیں ”یا قوت و زمر اس قابل نہیں ہیں کہ اُنکے لئے کان کھودنے کی تکلیف اٹھائی جائے“ جو شخص یا قوت و زمر دہننے کی حیثیت رکھتا ہے گو اُسے کان کھونکی نہیں پڑتی تاہم حصول جواہرات میں وقت و زحمت ہوتی ہے۔ شاعر کی مراد شاید اسی تکلیف ہے۔ دوسرے شعر میں ابن مینا فرماتے ہیں ”گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرو ملک مصر اس قابل نہیں کہ اُسکے لئے قید بھگی جائے“۔ اگر شعر کا مطلب وہی لیا جائے جو صاف طور پر ظاہر ہے تو اسکا مضمون بالکل خیالی و فرضی معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی ایسے آرام کا ذکر کرنا چاہئے تھا جسکے ساتھ واقعی کوئی تکلیف لگی ہوتی۔ شاعر نے حضرت یوسفؑ کے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے مگر وہ بالکل اتفاقی امر تھا کہ انکو قید کے بعد وہاں کی بادشاہت مل گئی تھی۔ یہ لازم نہیں ہے کہ جو شخص قید کاٹ لیتا ہے وہی مصر کا بادشاہ ہو جاتا ہے۔ شاید کو بطور کلید کلمہ مان سکتے ہیں۔ بالفرض مصر سے اگر جاہ و حشمت اور زندان سے تکلیف مراد ہیں تو الیہ یہ مطلب ٹھیک ہوتا ہے مگر نصیحت ہمیشہ ایسے صاف و صریح الفاظ اور سلیجے ہوئے استعاروں میں ہونی چاہئے کہ سننے والا شعر ختم ہونے سے پہلے ہی مطلب سمجھ جائے۔ خیر ان دونوں شعروں کا جواب سعدی کا دوسرا شعر ہے جس میں فرماتے ہیں ”قسائیوں کے ناگوار تقاضے سننے سے گوشت کی آرزو میں مر جانا بہتر ہے“ اصلیت و حقیقت کے لحاظ سے اس شعر کو ابن مینا کے دونوں شعر و نثر پر انتہا تفوق حاصل ہے اور ایسے تجربہ کی بات کہی ہے جسکا جواب نہیں بشوئے ہی تھا مگر نیا لے قسائیوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

ع - م

۸۹۱۵۵۱۵۳

۱۳۹۹۲
درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

سہیل پور
 ۱۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۲۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۳۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۴۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۵۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۶۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۷۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۸۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۹۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں
 ۱۰۔ اراکری علی علی عین تھا، غرض ان کے ساتھ
 جاس شہیدانہ شہید کی طرح تھی کہ ایک اور لڑائی میں

